شعبۂ تعمیر و ترقی
دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

★ ٢ شعبان المعظم ١٣٨٨ھ ★ مطابق ٢٥ اکتوبر ١٩٦٨ء

# تعمیر حیات

★ قیمت فی پرچہ ٣٠ پیسے ★ سالانہ چندہ سات روپیہ

اڈیٹر — سید محمد الحسنی
معاون — سعید الاعظمی ندوی

TAMEER-E-HAYAT
FORTNIGHTLY
DARULULOOM NADWATULULAMA LUCKNOW (INDIA)

## مکتبہ دار العلوم کی دوسری مطبوعات

### مسئلۂ ختم نبوت — علم و عقل کی روشنی میں

تالیف: مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء

اس کتاب میں مسئلۂ ختم نبوت کو خالص علمی و تحقیقی انداز میں ثابت کیا گیا اور عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور ضرورت کو خالص علمی و عقلی دلائل سے واضح کیا گیا ہے، ہر صاحب عقل سلیم اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ختم نبوت کا قائل ہو جائیگا، قادیانیت کے طلسم میں گرفتار اور عقیدۂ ختم نبوت میں شک و شبہ کرنیوالے افراد کے حق میں یہ فاضلانہ تصنیف روشنی کا ایک عظیم مینار ہے!

قیمت:- ٢ روپے ٢٥ نئے پیسے

### سیرت حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ

از: سید محمد الحسنی، مدیر "البعث الاسلامی" و "تعمیر حیات"

پیش نظر کتاب میں مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ بانی ندوۃ العلماء کی سیرت اور انکی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ندوۃ العلماء جیسی تاریخ ساز تحریک کا قیام مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا شاندار دور نظامت، سلوک و تربیت اور عمومی بیعت و اصلاح کے ذکر کے ساتھ ساتھ دو مصیبات، بہار میں فتنۂ قادیانیت کے استیصال پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ مولانا کی سیرت کے ساتھ ندوۃ العلماء کی مختصر تاریخ بھی نظروں کے سامنے آجائے، کتاب مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کے مقدمہ سے مزین ہے!

### تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن

[illegible]

قیمت [illegible]

### جزیرۃ العرب

[illegible]

قیمت [illegible]

### دہلی اور اسکے اطراف

[illegible]

قیمت [illegible]

مبلغ اعظم
حضرت مولانا محمد یوسف (رحمۃ اللہ علیہ)
کی
سوانح حیات اور تبلیغی زندگی پر
حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ
کی پسند فرمودہ کتاب سوانح مولانا محمد یوسف رح
مجلد خوبصورت ڈسٹ کور صفحات ٧١٢
مرتبہ مولانا محمد ثانی قیمت [illegible]

## دنیا اور علماء کے تعلقات

دنیا دار علماء کو مخدوم سمجھیں، وہ کام جو دین کا کر رہے ہوں بدون ان کی استدعا
ان میں اعانت کریں، مالی بھی (اور غیر مالی بھی) جو بات پوچھیں ادب سے پوچھیں،
دلائل نہ دریافت کریں، اگر کوئی شبہ ہے، معاندانہ سوال نہ کریں، مستفیدانہ پوچھیں،
ان سے کوئی لغزش ہوجائے تو ان کی مذمت نہ کریں، آخر وہ بھی بشر ہیں، اور اس حال
میں بھی تمہارے نفع و ہدایت کیلئے کافی ہیں، تم ان کے اقوال پر عمل کرو افعال کو
مت دیکھو، تمہارا شبہ ایک سے حل نہ ہو تو دوسرے سے حل کرو، مگر ایک کا قول
دوسرے کے رد پر مت نقل کرو۔

اور علماء کو چاہیے کہ دنیا داروں کو اپنا برابر کا بھائی سمجھیں ان سے تعظیم و خدمت کے متوقع
نہ ہوں، اگر بلا توقع کچھ کر دیں تو سمجھیں کہ علم دین کی خدمت تو ہمارے ذمہ تھی ہی انہوں نے احسان
کیا کہ ہماری اعانت کی، اس میں قیل و قال نہ کریں جیسے بعض کی عادت ہے کہ کہیں تنخواہ
پر تکرار ہے کہیں ترقی کا تقاضا، کہیں نذرانہ پر بحث، اگر کسی سے کچھ بے تمیزی ہوجائے
صبر کریں کہ جب ان کو ہمارے برابر علم نہیں، تو ہمارے برابر تمیز کیسے ہوگی، اگر کسی کو
قولاً یا فعلاً شرع کے خلاف دیکھیں تو جس پر قدرت و حکومت نہ ہو اس پر تشدد نہ کریں
نرمی سے بہت اصلاح ہوتی ہے، اگر عامی کوئی حق بات کہے، قبول سے عار نہ
کریں، اگر کسی مسئلہ میں اپنی غلطی ظاہر ہو اعلان کر دیں۔

حکیم الامت

مولانا اشرف علی تھانوی



جلد ۵ شمارہ ۲۴

پندرہ روزہ لکھنؤ

# تعمیر حیات

شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲ شعبان المعظم ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۸ء

## اس شمارے میں


| عنوانات | مضمون نگار | صفحات |
| --- | --- | --- |
| اداریہ | ایڈیٹر | ۳-۴ |
| یک دوستانہ صحبتے با اہل دل | مولانا سید ابو الحسن علی ندوی | ۵-۶ |
| ماہ شعبان | مولانا محمد منظور نعمانی | ۷ |
| تقریر مولانا محمد یوسفؒ | مرتبہ تسخیر الحسن ندوی | ۸ |
| حضرت زینبؓ | ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی | ۹-۱۰ |
| بہائی ازم کے مبلغوں سے | صوفی نذیر احمد کاشمیری | ۱۱ |
| ام القریٰ | سراج الحق | ۱۲ |
| مثالی توبہ | رئیس الشاکری ندوی | ۱۳ |
| حضرت امام باہلیؒ | اقبال احمد اعظمی ندوی | ۱۴ |
| نظم | رئیس الشاکری و محشر اعظمی | ۱۵ |
| یروشلم | خاور شناس | ۱۶ |
| نیل کے مجاہد | سید صدیق نسیم ندوی | ۱۷ |
| کوائف دار العلوم | رئیس الشاکری ندوی | ۱۹ |


بسم اللہ الرحمن الرحیم

## منزلیں پکارتی ہیں!

از ــــــ سید محمد الحسنی

اقلیتوں اور پسماندہ اقوام کے کنونشن کے متعلق لوگوں نے مختلف رائیں قائم کی ہیں اور سب نے اس کو اپنے مخصوص زاویہ سے دیکھا ہے لیکن ایک بات ایسی ہے جس کا اعتراف ہم کو کرنا چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ اس کنونشن نے اچھوتوں اور مسلمانوں کو قریب ہونے کا ایک اچھا موقع فراہم کر دیا اور ان دونوں کے بیچ سے اس پردہ کو کسی حد تک ہٹا دیا جو توحید و مساوات انسانی اخوت اور بھائی چارگی اور انسان کے حقیقی مقام کو سمجھنے کے درمیان حائل تھا، اس نے زبان حال سے یہ بتایا کہ ان گرے پڑے کمزور و لاچار مفلس و نادار اور مظلوم و بے زبان انسانوں کو جن سے بڑے بڑے نامور مصلحین معلمین اخلاق اور سماجی سدھار کا کام کرنے والے ہمیشہ کیلئے مایوس ہو چکے ہیں، اور یہ سمجھ چکے ہیں کہ ان کی قسمت پر ہمیشہ کیلئے مہر لگ گئی ہے، انسانی عظمت کے بلند سے بلند مقام تک پہونچایا جا سکتا ہے۔

ہمارے لئے اس کنونشن میں کشش کی سب سے بڑی بات یہی ہو سکتی ہے کہ اس نے اس منزل کی طرف ایک نئی راہ ہموار کی ہے، اس نے پہلی بار اس جمود کو توڑا ہے جس نے ایک طویل عرصہ سے اس مسئلہ کو منجمد کر رکھا ہے، ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ کنونشن ان ہی مقاصد کیلئے بلایا گیا تھا، لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ اسکی بدولت بہت سی اہم حقیقتیں زندہ ہو کر سامنے آگئیں، اس نے مسلمانوں کیلئے سوچنے سمجھنے اور عمل کرنے کا بہت سا مواد فراہم کر دیا ہے، دوسری طرف اس نے اچھوتوں اور ہریجنوں کو ایک نئی روشنی عطا کی ہے یہ ان کے لئے بھی ایک نیا اور فکر انگیز تجربہ تھا، بہت سے نئے امکانات سامنے آئے اور مسلمانوں کو زیادہ قریب سے دیکھنے اور ان کے نمائندوں سے براہ راست بات چیت کرنے کا موقع ملا۔

بدقسمتی سے مسلمانوں نے اس مسئلہ سے ہمیشہ بڑی بے پروائی برتی انھوں نے اپنی ذمہ داری اور فرض منصبی کو کبھی ٹھیک طور سے محسوس نہیں کیا، انھوں نے ان کو کبھی یہ بتانے اور سمجھانے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ خاک کے اس پتلے کا رتبہ کتنا بلند ہے انسانیت کا صحیح مقام کیا ہے اور ہر انسان اپنی فطرت صحیحہ اور جوہر ذاتی کے ذریعہ ترقی کی کن منزلوں تک پہونچ سکتا ہے اور محض اپنے انسان ہونے کی وجہ سے وہ کس قدر احترام کا مستحق ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس میں کیسی کیسی صلاحیتیں رکھی ہیں۔

یہ مسلمانوں کا اسلامی فرض بھی تھا، انسانیت کا تقاضہ بھی پڑوس کا حق بھی دین کے داعی، اور اسلام کے سپاہی کی حیثیت سے بھی اور اس ملک کے برابر کے شہری اور حکومت کے حصہ دار کی حیثیت سے بھی ان پر یہ ذمہ داری تھی کہ وہ ان کروڑوں انسانوں کی اخلاقی اور انسانی مدد کرتے جو پشتوں، نسلوں اور صدیوں سے انسانیت کے صحیح لطف سے محروم! انسان کے حقیقی معنی سے نا آشنا، اور

محرومی، احساس کمتری اور ذلت و پستی کی زندگی گزار رہے ہیں، اور خود اپنی نگاہوں میں ذلیل ہیں، جن کو نہ جینے کا مزہ ہے نہ مرنے کا لطف، بغیر کسی سیاسی مقصد اور سیاسی ذہن کے مسلمانوں کو یہ کام اب سے بہت پہلے کرنا چاہئے تھا، اور یہ سوچ کر کرنا چاہئے تھا کہ قیامت کے روز اگر ہم سے یہ سوال ہو گیا کہ تم نے ان انسانوں کے لئے کیا کیا، تو ہم کیا جواب دیں گے؟

ہمارے پاس ان کے لئے صرف ایک پیغام ہونا چاہئے اور وہ پیغام یہ ہے کہ سارے انسان برابر ہیں، ان کے درمیان کوئی اونچ نیچ نہیں، سب آدم کی اولاد ہیں، سب مٹی کے بنے ہیں، رتبہ صرف اسی کا بلند ہے جو خدا سے بہت ڈرنے والا ہے اور خدا کا سب سے زیادہ پاس و لحاظ کرنیوالا ہے۔

یہ پیغام ہمارے لئے خواہ بار بار دہرانے کی وجہ سے یا اپنی بے حسی اور بے شعوری کی وجہ اپنا وہ اثر نہ رکھتا ہو لیکن اچھوتوں کی اس زبردست آبادی کے حق میں (جسکو ۲۰ کروڑ کے لگ بھگ بتایا جاتا ہے) یہ پیغام آب حیات سے کم نہیں، اگر مسلمان صرف اسی پیغام کو لے کر آگے بڑھتے جو انسان کے عالمی اور بنیادی حقوق اور عام اخلاقی قدروں کے دائرہ میں آتا ہے اور جس سے دنیا کے کسی ایک فرد کو بھی اختلاف نہیں ہو سکتا، تو آج انسانوں کا یہ ریوڑ انسانی افراد کا بہترین مجموعہ ہوتا اور انسانیت کی تذلیل و توہین حق و انصاف کی پامالی، اونچ نیچ انسانوں کو جانوروں سے بدتر اور پیدائشی و نسلی طور پر لائق تحقیر اور قابل اہانت اور دوسرے انسانوں سے ذلیل و کمتر سمجھنے کا افسوسناک رویہ اور المناک سلسلہ ختم ہو چکا ہوتا، اور انسانوں کی اتنی بڑی آبادی ایک ایسی نئی زندگی سے روشناس ہوتی جہاں مساوات، انسانی ہمدردی، اخلاقی بلندی بے غرض خدمت، بے لوث محبت اور ایثار و قربانی کا بول بالا ہوتا اور یہی ملک جو آج سخت انتشار میں مبتلا ہے، ایک وحدت اور ایک اکائی ہو جاتا جس کی طرف کسی حملہ آور کو آنکھ اٹھانے کی بھی جرأت نہ ہوتی اس وقت یہی ہریجن اور پسماندہ اقوام کے لوگ جن کے لئے آج ہر ظلم و ستم اور اہانت روا ہے اس ملک کے بہترین خدمتگار محافظ اور سپاہی ثابت ہوتے اور بڑی خوشدلی اور جوش کے ساتھ وطن کیلئے جان دیتے اور ہر قسم کی قربانی پیش پیش

عزت افزائی، اکرام و احترام، مساوات و ہمدردی اور انسانیت نوازی کی اس نئی زندگی کے بعد ملک کی بڑی سے بڑی خدمت ان کے لئے آسان اور خوشگوار ہوتی جوتے یا نیزہ کی نوک پر کبھی کسی سے کوئی خدمت نہیں لی جا سکتی، ان کا دل ہاتھ میں لیکر ان سے کام لینے کا مزہ اور ہے اور ان کا دل توڑ کر کام پر مجبور کرنے کا رنگ اور، دیکھنے میں دونوں کام کہے جا سکتے ہیں لیکن حقیقت میں پہلا کام صحیح معنی میں خدمت ہے اور دوسرا بیگار۔

اتنی بڑی تعداد کو مطمئن اور خوش رکھنا حکومت کی سیاسی زندگی کے استحکام اور جمہوریت کے تحفظ کے لئے بھی ضروری ہے لیکن خالص انسانی اور سماجی نقطۂ نظر سے اس سے بھی زائد ضروری اور فوری ہے۔

اس ملک کی بدقسمتی اور اسکی پسماندگی کی ایک بہت بڑی وجہ (Draw Back) یہ ہے کہ یہاں کروروں انسان بلکہ اس ملک کی آبادی کا بہت بڑا حصہ (جس میں تمام اقلیتیں اور پسماندہ اقوام شامل ہیں، اور جسکی تعداد کا تناسب ۹۰ فیصدی سے زیادہ بتایا جاتا ہے، ملک کے تعمیری کاموں اور اسکی رفاہی زرعی اور صنعتی اور تعلیمی ترقی کے میدان میں اس احساس کے ساتھ حصہ لیتا ہے کہ وہ برابر کا شہری نہیں ہے اس کے ساتھ امتیازی سلوک برتا جاتا ہے، بالخصوص ہریجنوں اور پسماندہ اقوام کا طبقہ جن کی تعداد اس ملک میں سب سے زیادہ ہے، اپنے کو دوسرے انسانوں کا خدمتگار یا دوسروں سے کمتر سمجھتے رہے ہیں، یا ان کو سینکڑوں برس ایسا باور کرایا گیا ہے اس کا قدرتی نتیجہ ہے کہ ان میں وہ جوش عمل وہ خوشدلی وہ اعتماد و خودداری اور وہ حوصلہ اور امنگ نہیں جسکے بغیر کوئی فرد اور جماعت، اور کوئی ملک اور قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔

آج یہ پسماندہ اقوام چھوت چھات اور طبقاتی تعصب تذلیل و تحقیر اور ظلم و ستم کی اس لعنت سے گلوخلاصی چاہتی ہیں ان کی روحیں بے قرار ہیں اور اس جال میں پھڑپھڑا رہی ہیں، آزادی کی فضا دنیا کی وسعتیں اور انسانیت کے نئے نئے آفاق ان کے منتظر ہیں لیکن ان کی اس دبی اور سسکتی ہوئی خواہش کو مایوسی نے اس طرح جکڑ دیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ

دم توڑنے والی ہے، آباء و اجداد اور پشتوں اور پیڑھیوں سے ان کے دلمیں یہ خیال راسخ ہے کہ جو اچھوت پیدا ہوا اسکو اچھوت ہی مرنا ہے۔

اگر ان کو یہ بتایا جائے کہ انسانیت کسی کی ملک نہیں، وہ خدا کی بخشی ہوئی ایسی دولت ہے جس کو کسی کو محروم نہیں کیا جا سکتا، ان کو یہ بتایا جائے کہ تمہاری انسانیت خود تمہاری آزادی اور باعزت زندگی کے حصول کی سب سے بڑی سفارش ہے، یہی انسانیت تمہاری کامیابی و ترقی کا زینہ ہے، یہی تمہاری اڑان کیلئے سب سے بڑا شہپر ہے، تمہارا انسان ہونا خود اس بات کی دلیل ہے کہ تمہیں ہر قسم کے حقوق حاصل ہیں اور تمہیں اس کیلئے بھرپور جد و جہد کرنیکا پورا حق ہے، تمہارا حق کسی سے کم نہیں، بلکہ تمہاری آبادی اور تمہاری تاریخ کو دیکھتے ہوئے سب سے زیادہ ہے، تمہیں اگر اس ملک کی خدمت کا زیادہ موقع نہیں ملا تو اس میں تمہاری کوتاہی زیادہ ہے تم نے کبھی اپنے کو سمجھنے، اپنے باطن کا مشاہدہ کرنے، اپنے جوہر انسانیت کی قدر کرنے اور اپنے کو پہچاننے اور دوسروں کو پہچنوانے اور منوانے کی کوئی کوشش نہیں کی، ہمت کرو اور اپنے کو پا لو تو ساری دنیا کی وسعتیں، خدا کا پورا کنبہ اور بحر و بر اور شمس و قمر تمہارے منتظر ہیں اور نہ پاؤ تو مستقبل کے اندھیرے تمہارے تاریک ماضی کی طرح اب بھی تمہیں نگل لینے کے لئے بے قرار ہیں۔

اگر انسانیت کا وہ بھولا ہوا سبق ان کو یاد دلایا جائے جس سے کوئی دل و دماغ اور فطرت سلیم رکھنے والا انسان مستثنیٰ نہیں تو آج وہ روشنی پیدا ہو سکتی ہے اور اس چمک میں وہ اپنا کھویا ہوا اور بھولا ہوا راستہ پا سکتے ہیں جو سیدھا منزل کی طرف جاتا ہے

عزت و خودداری کی منزل، انسانیت و شرافت کی منزل، عدل و مساوات کی منزل سچائی و انصاف کی منزل۔

یہ منزلیں اور یہ راستے آج بھی آواز دے رہے ہیں، مسلمانوں کو ان کا پیغام یہ ہے کہ تو حید مساوات اور انسانیت کی اس شمع کو لیکر آگے بڑھو، جو لوگ انسانیت کی تذلیل پر آمادہ ہیں اور اسکی قبا چاک کرنے بلکہ تار تار کرنے پر تلے ہوئے ہیں ان کو بھی سمجھاؤ اور جو اپنی انسانیت کو فراموش کر چکے ہیں یا اسکی قیمت بھول گئے ہیں جو اپنے کو نہیں پہچانتے اور اپنے مستقبل سے مایوس ہیں جو بڑے ہیں لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کا مرہم خودشناسی اور خداشناسی ہے ان کو بھی سمجھاؤ کہ خدا نے انسان کو انسان کی غلامی کیلئے نہیں پیدا کیا ہے بلکہ اپنی عبادت و طاعت

اور اپنی فرمانبرداری اور وفاداری کے لئے پیدا کیا ہے اس نے ہر انسان کے اندر صلاحیت، استعداد اور وہ مسالہ رکھا ہے جس سے وہ ہر وقت اپنی حیثیت بدل سکتا ہے اور کہیں سے کہیں پہونچ سکتا ہے، اس نے انسانوں میں کوئی تفریق نہیں کی ہے اور محض رنگ و نسل قوم و برادری اور ذات اور خاندان کی بنیاد پر کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں دی ہے ......... " باقی صفحہ ۳ پر "



مسلسل

دعوتِ اسلامی

# یک دو ساعت صحبتے با اہل دل

## مجلس حضرت شاہ محمد یعقوب مجددی مدظلہ العالی

مرتبہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

فرمایا، ذکر کی جگہ خلوت نہیں ہے، جلوت ہے، جب جلوت میں ذکر کی مشق اور قوت پیدا ہو جاتی ہے تو خلوت میں خود بخود ذکر ہونے لگتا ہے، لیکن اگر ساری مشق اور عادت خلوت میں ذکر کرنے کی ہے تو جلوت کے انتشار میں ذکر نہیں ہو سکتا، اس کی ایک بلیغ مثال بیان فرمائی، رامپور سے ایک صاحب آئے تھے، وہ کسی زمانہ میں وہاں کے بڑے مشہور چور تھے، چوری کے لئے بڑی اونچی جست لگاتے تھے، اور کوٹھوں پر پھاند جاتے تھے، ان سے پوچھا گیا کہ تم کو ایسی مشق کہاں سے ہوئی؟ کہنے لگے کہ ہم کو بچپن سے اس کی مشق کرائی جاتی ہے، اس کا ایک خاص فن اور نظام ہے، ہم لوگوں کو جو کپڑے پہنائے جاتے ہیں وہ دوہرے اور دو تہ کے ہوتے ہیں پاجامہ بھی اسی طرح کا اور کرتا اور صدری اور ٹوپی بھی اسی طرح کی، ہر کپڑے کے خول میں ریت بھری جاتی ہے تولے ماشے سے شروع کر کے سیروں تک اس کو پہونچایا جاتا ہے اور اسی میں تھوڑی تھوڑی ریت ڈال کر ہم سے جست کرائی جاتی ہے، یہاں تک کہ ہم سیروں ریت بھر کر جست کرنے لگتے ہیں، بغیر ریت اور بوجھ کے ہمیں جست لگانے کی اجازت نہیں دی جاتی جب اس طرح بوجھ لیکر جست لگانے کی عادت پڑ جاتی ہے تو پھر خالی کپڑوں اور خالی بدن کے ساتھ جست لگانے میں ایسا ہلکا پن محسوس ہوتا ہے کہ اونچی سے اونچی جست لگا لیتے ہیں، بدن چڑیا کی طرح سبک معلوم ہونے لگتا ہے، اسی طرح سے جو لوگ جلوت میں اور بازاروں اور ہنگاموں کے انتشار میں متوجہ الی اللہ — اور "دست بکار دل بیار" رہنے کے عادی ہو جاتے ہیں ان سے خلوت میں غفلت بھولے مشکل ہوتی ہے اور ان کو تنہائی میں ذاکر اور متوجہ ہونے کے لئے کوئی تکلیف اور اہتمام نہیں کرنا پڑتا۔

فرمایا کہ ایک شخص نے شریعت و طریقت کا فرق پوچھا، میں نے کہا شریعت میں اعضاء و جوارح آدمی کو آمادہ کرتے ہیں مثال کے طور پر جس کو کھجلی ہوتی ہے تو وہ بالارادہ اور بلا ارادہ کھجاتا رہتا ہے، شوق و محبت کے بغیر کام نہیں چلتا، شوق و محبت کی کی حالت میں محنت محنت اور بوجھ، بوجھ نہیں معلوم ہوتا اللہ تعالیٰ نے جانوروں میں بھی شوق و محبت کی چنگاری رکھی ہے، دیکھئے اونٹ بھی حُدی سے تیز ہوتا ہے اور جب وہ حدی سے مست ہوتا ہے تو اسکو شغف اور سواریوں کا بوجھ معلوم نہیں ہوتا، مدینہ کی حاضری کے لئے کچھ دیوانگی کی بھی ضرورت ہے اگر یہ نہ آیا تو فائدہ نہ اٹھایا۔

فرمایا میں نے تو تیرہ برس حیدرآباد میں جا کر روٹی کھا کر بسر کی، اگر مجھ میں یہ درد و سوز پیدا ہوا تو تعجب نہیں، لیکن محمد سعید[1] پر مجھے تعجب آتا ہے کہ وہ نہ کہیں گئے، اور نہ آئے اور نہ یہ محنت کی، ان میں یہ محبت و جذبہ کیسے پیدا ہو گیا! اس پر آپ نے ان کا ایک نعتیہ قصیدہ جو علیحدہ چھپ گیا ہے، بڑے جوش و رقت کے ساتھ سنانا شروع کیا جب وہ اس شعر پر پہونچے ؎

سراپا ظلمت و عصیاں ہوں پیکر عجز و کوتاہی

یہ ہے سرمایۂ اصلی اور اس پر شوق جنت کا

فرمایا کہ مجھے یہ طرز پسند نہیں جو بعض شعراء نے اختیار کیا ہے کہ ہم نے درود بہت پڑھا ہے، یا ہم نے فلاں عمل کیا ہے اس لئے ہمیں کچھ استحقاق پیدا ہو گیا ہے، یہ تو ایسی بات ہے جیسے کوئی کہے کہ میں نے آپ کو عید کارڈ بھیجا، آپ مجھے سوئیاں بھیجئے یہاں تو سرمایۂ اصلی یہی عجز و کوتاہی ہے۔

فرمایا، اس قصیدہ کے لکھنے کے کچھ ہی عرصہ بعد بلا شان و گمان ایک صاحب کا خط آیا کہ میں نے محمد سعید کے لئے ہوائی جہاز پر سیٹ ریزرو کرائی ہے اور اس طرح سے وہ بغیر کسی سازوسامان کے حج و زیارت کو چلے گئے۔

فرمایا، موت کے وقت شوق کی ضرورت ہے اگر زندگی میں اللہ سے اور عالم آخرت سے انس نہ ہوا تو کچھ نہ ہوا، محض عقلی دلائل، معلومات و مطالعہ کام نہ آئے گا، اندرونی چیز درکار ہے، اصلی چیز نقلی پر غالب آتی ہے، فطری علم کسبی پر غالب رہتا ہے طوطے کو برسوں حق تعالیٰ سکھایا جب بلی نے گلا دبایا تو ٹیں ٹیں نکلنے لگی، جب ملک الموت نے گلا دبایا تو اوپر کا ذکر غائب ہو گیا اور اندر کی چیزیں ابھر آئیں اعضاء و جوارح اگر حقیقت و روح سے خالی ہیں تو مضغۂ گوشت، دواؤں کے اندر کی بجلیاں مطلوب ہیں، نہ کہ ان کے جسم، مری اور سوکھی ان دواؤں سے مطلوب حاصل نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اذان لا يسمعون بها اولئك كالانعام بل هم اضل اولئك هم الغافلون ۵[2]

یہ نسخہ بتایا کہ غفلت کو دور کرو، پھر پیر کی ضرورت نہیں قرآن خود پیر بن جاتا ہے۔

فرمایا، میں سورہ توبہ کی اس آیت "قل ان كان آباؤكم وابناؤكم واخوانكم وازواجكم وعشيرتكم الآية"[3] پر بہت دن غور کرتا رہا۔ علماء سے بھی

---

[1] مولوی محمد سعید صاحب سلمہٗ فرزند اکبر حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب

[2] ان مشرکوں کے دل ہیں مگر یہ ان سے کچھ کام نہیں لیتے، ان کی آنکھیں ہیں مگر یہ ان سے نہیں دیکھتے، ان کے کان ہیں مگر ان کے ذریعہ نہیں سنتے، یہ چوپایوں کی مانند بلکہ ان سے بھی گمراہ تر ہیں یہی ہیں جو اصلاً غافل ہیں۔

[3] اس آیت میں باپ بیٹوں بھائیوں اور دیگر محبوبات و مرغوبات پر اللہ و رسول اور دین کو ترجیح دینے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

استفسار کیا — کہ ان محجوبات جلیہ کی محبت کیسے کی جا سکتی ہے، کچھ تسلی نہ ہوئی، آخر سن لیا، دیکھئے ایک آدمی اپنے بچوں اور گھر والوں کو بھوکا چھوڑ کر باہر نکلا ہو، ایک ایک پیسہ اس کو اشرفی معلوم ہوتا ہے، اس کے ہاتھ میں کوئی دس روپیہ رکھدے اس کی آنکھیں کھلی رہ جائیں گی اس کو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا کوئی خزانہ اس کے ہاتھ لگ گیا، وہ مٹھی بند کرے گا، اتنے میں ایک شخص ایک اشرفی اس کو دکھاتا ہے، وہ دس روپیہ پھینک دے گا اور اشرفی لے لے گا اس لئے اشرفی کے سامنے روپے بے حقیقت ہو گئے اور روپے اشرفی ہی کے نیچے ہیں ان ہی سے روپے بنتے ہیں، جب سانچہ مل گیا تو مصنوعات کی کیا قیمت، کوئی کمہار کا بنا یا ہوا ایک پیالہ توڑ دے اس کو کیا پرواہ، اس کا چاک سلامت رہے ہزار پیالے بنالے گا، دنیا میں جو کچھ ہے یہ سب اعیان ثابتہ کی — صور علمیہ ہیں۔ اعیان ثابتہ اگر سلامت ہیں تو صور علمیہ کا کچھ غم نہیں، اسی طرح سے اگر محبوب حقیقی اور خالق ابدی کی کو مل جائے تو اس کے فانی مخلوقات (آباء و ابناء اور افراد خاندان دنیوی منافع) وغیرہ کی کیا قیمت ہے؟[1]

فرمایا، شیخ اکبر نے کہیں لکھا ہے کہ سب راستے خدا تک پہونچتے ہیں، بعض لوگوں کو اس میں بڑا اشکال ہوا، (کہ وحدت ادیان اور ہمہ اوست) کی قسم کی چیز ہے، اس لئے کہ قرآن مجید میں آتا ہے ان ربی علی صراط مستقیم

لیکن میرے نزدیک اس میں کوئی اشکال نہیں، کسی آواز دینے والے نے آواز دی کہ یہاں آؤ، اب سب طرف سے لوگ دوڑے لیکن راستے غلط اور صحیح ہر طرح کے ہیں، نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی کانٹوں میں پھنس گیا کوئی گڈھے میں گر گیا، کوئی سیدھے راستے سے پہونچ گیا، اس میں آواز دینے والے اور آواز کا کوئی قصور نہیں

ایک ہندو نے کہا، میں اگر پوجا نہ کروں تو دن بھر طبیعت خراب رہتی ہے عبادت تو فطری تقاضہ ہے "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" البتہ اس تقاضہ کا صحیح جگہ پر استعمال کرنا اپنا فرض ہے

فرمایا، تقییدات اور پابندیاں ضروری ہیں، لامذہب ملحد، کمیونسٹ سب تقییدات اختیار کرتے ہیں لیکن آزادی کا دم بھرتے ہیں، ایک چیز بڑے شوق سے کھاتے ہیں لیکن اس سے کسی خاص نام سے چڑتے ہیں، ایک مرتبہ کچھ بچے تھے، کسی نے کہا، میں فلاں چیز سے چڑتا ہوں، کسی بچے نے کہا میں تریوں سے چڑتا ہوں اور وہ کبھی نہیں کھاتا، ایک مرتبہ تریوں کا سالن رکھا گیا، کسی نے کہا یہ تریاں ہیں وہ الٹا کھڑا ہوا اور کہا کہ میں تریاں نہیں کھاتا ہوں، ماں نے پیچھے سے کمر پر ہاتھ رکھا اور کہا بیٹا یہ تریاں نہیں تریاں ہیں بس بیٹھ گیا اور کہا میں تریاں نہیں کھاتا تاریاں کھاتا ہوں اسی طرح بہت سے لوگ تریوں کے نام سے تریاں کھا رہے ہیں، آزادی کے نام سے پابندی کی زندگی گذار رہے ہیں اور بہت خوش ہیں کہ ہم آزاد ہیں ——!

فرمایا کہ ایک صاحبزادے آئے اور بالکل آخر میں بیٹھ گئے، سب لوگ اٹھکر چلے گئے، وہ بیٹھے رہے میں نے پوچھا کہ آپ کا کچھ کام ہے

کہنے لگے کہ میں آپ کی ایک زمین کے متعلق دریافت کرنے آیا تھا، میں نے کہا زمین کی بات زمین والوں (منتظمین) سے پوچھئے میں زمین کی طرف نہیں دیکھتا آسمان کی طرف دیکھتا ہوں زمین کی طرف نظر کرنے اور آسمان کی طرف دیکھنے کی میری عادت بچپن سے ہے ہمشیرہ نے مجھے اسی پر مارا بھی ہے، بچپن میں فلاں صاحب کی کوٹھی میں جاتا تھا، ہمشیرہ نے تاکید کی کہ اوپر نہ دیکھنا میں نے دیکھا کہ چھجے کے اوپر جھوک لگی ہوئی ہے، گھر آکر یہی بیان کیا تو ہمشیرہ بہت ناراض ہوئیں اور امتحاناً پوچھا کہ چارپائی کا ہے کی بنی ہوئی تھی، میں نے کہا بان کی، منجھلے بھائی ناراض ہوئے اور کہا کہ غلط کہتا ہے نواڑ کی بنی ہوئی تھی، زمین کی باتیں زمین والوں سے پوچھو، میں تو آسمان کی طرف دیکھتا ہوں، اللہ مجھے وہیں سے فیض دے اب تو میری عمر اسی سے متجاوز ہو گئی ہے، میری جڑیں زمین سے کٹ رہی ہیں تو اور بھی آسمان کی طرف نظر ہونی چاہئے وہیں کی کھیتی کی فکر ہونی چاہئے۔

(باقی)

**بقیہ، حضرت ابو امامہ باہلی رض**

کی بات ہے کہ تاریخ میں ایسی تفصیلات نہیں ملتیں جو اس مرد مجاہد، قائد عظیم کی زندگی پر تھوڑی بہت روشنی ڈال سکیں۔

حضرت اسامہ بن زید وہ پہلے بہادر اور جری شخص ہیں جنہوں نے رومیوں کے خلاف جنگ پر عربوں کو جرأت دلائی ارض شام پر غلبہ میں وہ پہلے صاحب فضل ہیں، حضرت اسامہ کے بعد حضرت ابو امامہ ہی کا نمبر ہے جنہوں نے عربوں کو عملی طور پر رومیوں کو شکست دینے پر قدرت بخشی اور ان کے معنویات کے بڑھانے اور بلند کرنے میں اس مرد مجاہد کا ہاتھ تھا رومیوں کی کثرت تعداد اور اسلحہ کی زیادتیوں کے باوجود ان کو عربوں کی نظر میں حقیر اور پست بنا دیا۔

بڑی ناقدری ہوگی اگر فتح شام کے سلسلہ میں حضرت ابو امامہ کی برتری کا اعتراف نہ کیا جائے۔ واقعی حضرت ابو امامہ نے معرکۂ شام کو جیت کر اہل شام کے دلوں کو جیت لیا تھا جبکہ دوسرے مجاہدین نے ان کے بعد اہل شام کے دیار کو فتح کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس جلیل صحابی سے راضی ہو، جو ایک طرف قائد و فاتح تھے تو دوسری طرف فقیہ و محدث۔

**بقیہ بہ "رینل کے مجاہد"**

ادھر ان لوگوں کا خیال تھا کہ اتنی بہت سی نارنگیاں چھوڑ کر وہ کہیں نہیں جا سکتا اور اس کا روپیہ محفوظ رہے گا، جب کافی دیر تک وہ آدمی واپس نہیں آیا۔ تو ان لوگوں کو شک سا ہوا اور پھر تھوڑی دیر بعد ان کی نیت جو ڈانواڈول ہوئی تو اس چھکڑے میں سے نارنگیاں نکال کر کھانا شروع کر دیں، اور اسی وقت اتنا زوردار دھماکہ ہوا کہ جس نے سپاہیوں کے اس جمگھٹ کے چیتھڑے کر ڈالے، دھماکہ اتنا سخت تھا کہ اس سے شہر کی عمارتیں تک ہل گئیں تھیں، بعد میں جب بغرض تفتیش ملٹری پولیس آئی تو وہاں اس کو فوجیوں کے کٹے ہوئے اعضاء کے ساتھ ساتھ نارنگیوں اور چھکڑے کے ٹکڑے بھی پڑے ملے۔ "باقی"

**تعمیر حیات**

میں

اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

[1] ایک اردو شاعر (روشن) نے اس مضمون کو اس شعر میں خوب بیان کیا ہے ؎

گلہ نہیں جو گریزاں ہیں چند پیمانے
نگاہِ یار سلامت ہزار میخانے

[2] میرا رب تو صراط مستقیم پر ہے

[3] اور نہیں پیدا کیا ہے میں نے جنوں اور انسانوں کو مگر اس لئے کہ میری عبادت کریں۔



# ماہ شعبان کی اہمیت

## برکات و انعامات کی بارش کی رات

مولانا محمد منظور نعمانی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب شعبان کی پندرہویں رات آئے تو اس رات میں اللہ کے حضور میں نوافل پڑھو اور اس دن کو روزہ رکھو، کیونکہ اس رات میں آفتاب غروب ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی خاص تجلی اور رحمت پہلے آسمان پر اتر آتی ہے اور وہ ارشاد فرماتا ہے، کہ کوئی بندہ ہے جو مجھ سے مغفرت اور بخشش طلب کرے اور میں اس کی مغفرت کا فیصلہ کروں، کوئی بندہ ہے جو روزی مانگے اور میں اسکو روزی دینے کا فیصلہ کروں کوئی مبتلائے مصیبت بندہ ہے جو مجھ سے صحت و عافیت کا سوال کرے اور میں اسکو عافیت عطا کروں اسی طرح مختلف قسم کے حاجت مندوں کو اللہ پکارتا ہے کہ وہ اس وقت مجھ سے اپنی حاجتیں مانگیں اور میں عطا کروں، غروب آفتاب سے لیکر صبح صادق تک اللہ تعالیٰ کی رحمت اسی طرح اپنے بندوں کو اس رات میں پکارتی رہتی ہے (سنن ابن ماجہ)

**تشریح:** اسی حدیث کی بنا پر اکثر بلاد اسلامیہ کے دیندار حلقوں میں پندرہویں شعبان کے نفلی روزے کا رواج ہے لیکن محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے نہایت ضعیف قسم کی ہے اس کے ایک راوی ابوبکر بن عبداللہ کے متعلق آئمہ جرح و تعدیل نے یہاں تک کہا ہے کہ وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔

پندرہویں شعبان کے روزے کے متعلق تو صرف یہی ایک حدیث روایت کی گئی ہے، البتہ شعبان کی پندرہویں شب میں عبادت اور دعا و استغفار کے متعلق بعض کتب حدیث میں اور بھی متعدد حدیثیں مروی ہیں لیکن ان میں کوئی بھی ایسی نہیں ہے جس کی سند محدثین کے اصول و معیار کے مطابق قابل اعتبار ہو مگر چونکہ یہ متعدد حدیثیں ہیں اور مختلف صحابہ کرام سے مختلف سندوں سے روایت کی گئی ہیں اس لئے ابن الصلاح وغیرہ بعض اکابر محدثین نے لکھا ہے کہ غالباً اس کی کوئی بنیاد ہے۔ واللہ اعلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دستور (نفلی روزوں کے بارے میں) یہ تھا کہ آپ کبھی کبھی مسلسل بلا ناغہ روزے رکھنے شروع کرتے یہاں تک کہ ہمیں خیال ہوتا کہ اب ناغہ ہی نہیں کریں گے، اور کبھی اس کے برعکس ایسا ہوتا ہے کہ آپ روزے نہ رکھتے اور مسلسل بغیر روزے کے دن گذارتے یہاں تک کہ ہمیں خیال ہوتا کہ آپ بلا روزے کے ہی رہا کریں گے اور فرماتی ہیں حضرت صدیقہ رض کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ کسی پورے مہینے کے روزے رکھے ہوں، اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ کسی مہینے میں شعبان سے زیادہ نفلی روزے رکھتے ہوں (اسی حدیث کی بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ آپ شعبان کے (قریباً) پورے مہینے ہی کے روزے رکھتے تھے)

(صحیح بخاری و مسلم)

**تشریح:** حدیث کے پہلے جز کا مطلب تو یہ ہے کہ نفلی روزوں کے بارے میں آپ کا کوئی لگا بندھا دستور و معمول نہیں تھا بلکہ کبھی آپ مسلسل بلا ناغہ روزے رکھتے تھے، اور کبھی مسلسل بغیر روزے کے رہتے تھے۔

مقصد یہ تھا کہ امت کے لئے آپ کی پیروی میں مشکل اور تنگی نہ ہو بلکہ وسعت کا راستہ کھلا رہے اور ہر شخص اپنے حالات اور اپنی ہمت کے مطابق آپ کے کسی رویہ کی پیروی کر سکے، دوسرے جز کا مطلب یہ ہے کہ آپ پورے اہتمام سے پورے مہینے کے روزے صرف رمضان کے رکھتے تھے (جو اللہ نے فرض کئے ہیں) ہاں شعبان میں دوسرے مہینوں کی بہ نسبت زیادہ روزے رکھتے تھے —— بلکہ اسی حدیث کی ایک روایت میں ہے کہ: —— قریب قریب پورے مہینے شعبان کے روزے رکھتے تھے اور بہت کم دن ناغہ فرماتے تھے۔

ماہ شعبان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زیادہ نفلی روزے رکھنے کے کئی سبب اور کئی حکمتیں بیان کی گئی ہیں جن میں سے بعض وہ ہیں جنکی طرف بعض حدیثوں میں بھی اشارہ ملتا ہے چنانچہ حضرت اسامہ بن زید کی ایک حدیث میں ہے کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اسی مہینے میں بارگاہ الٰہی میں بندوں کے اعمال کی پیشی ہوتی ہے میں چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال کی پیشی ہو تو میں روزے سے رہوں۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان میں بہت زیادہ روزے اس لئے رکھتے تھے کہ پورے سال میں مرنے والوں کی فہرست اسی مہینے میں ملک الموت کے حوالہ کی جاتی ہے، آپ چاہتے تھے کہ جب آپ کی وفات کے بارے میں ملک الموت کو احکام دیئے جا رہے ہوں تو اس وقت آپ روزے کی ہوں۔

اس کے علاوہ رمضان کا قرب اور اس کے خاص انوار و برکات سے مزید مناسبت پیدا کرنے کا شوق اور داعیہ بھی غالباً اس کا سبب اور محرک ہوگا اور شعبان کے ان روزوں کو رمضان کے روزوں سے وہی نسبت ہوگی جو فرض نمازوں سے پہلے پڑھے جانے والے نوافل کو فرضوں سے ہوتی ہے اور اسی طرح رمضان کے بعد شوال میں چھ نفلی روزوں کی تعلیم و ترغیب جو آگے درج ہونے والی حدیث میں آرہی ہے اس کو رمضان کے روزوں سے وہی نسبت ہوگی — جو فرض نمازوں کے بعد والی سنتوں اور نفلوں کو فرضوں سے ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

**فائل برائے فروخت**

**تعمیر حیات**

پرانے فائل جو ۱۹۶۳ء سے لیکر اکتوبر ۱۹۶۸ء تک رعایتی قیمتوں پر حاصل کئے جا سکتے ہیں

"منیجر"

# مستقل کامیابی یا عارضی کامیابی

## اس کا انحصار انسان کے تقاضے خواہشات اور اس کی محنت پر ہے

رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف رح کی ایک تقریر!

مرتبہ۔ تسخیر الحسن ندوی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

میرے بھائیو اور دوستو!

دنیا میں جتنے بھی انسان ہیں سب اپنی زندگیوں کو کامیاب بنانے کے لئے محنت کرتے ہیں اور کامیابی نام ہے اس بات کا کہ جتنی لائنوں سے خدا نے انسان کے لئے تقاضے رکھے ہیں وہ سب انسان کو مل جائیں یہی دنیا کی کامیابی ہے اور اسی کامیابی کیلئے انسان دن رات محنت کرتے رہتے ہیں خدا نے انسان کو خواہشات کا سمندر بنایا ہے اور انسان کی خواہشات کبھی بھی پوری نہیں ہوتیں اگر انسان کی ایک خواہش پوری ہوجائے تو وہ دوسری خواہش پوری کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے اس طرح یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا، اسکو ختم کرنے والی چیز ہے، موت، صرف موت، اور جہاں خواہشات پوری نہ ہوئیں تو وہیں انسان ناکام ہوجاتا ہے۔ اگر وہ نہ ہو جو ہم چاہتے ہیں تو ناکامی ہوئی، ۱۵ سال کی آزادی ناکامی میں بدل سکتی ہے اگر جن تقاضوں کو سامنے رکھکر آزادی حاصل کی گئی ہے وہ پورے نہیں ہو رہے ہیں، تو تقاضہائے انسانیہ کا پورا ہونا اور برابر پورا ہوتے رہنا یہ ہے کامیابی، اب اس کامیابی کی بھی تین صورتیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ پہلے تمام تقاضے پورے ہوتے رہے لیکن بعد میں کوئی تقاضہ پورا نہیں ہوا یہ تو ہے ناکامیابی، دوسرے یہ کہ پہلے تمام تقاضوں کو توڑا جائے پھر بعد میں ان کو پورا کردیا جائے یہ ہم کامیابی اور آنکھ رکھنے والے ایسے شخص کو کامیاب کہیں گے ایک تیسری صورت بھی ہے وہ یہ ہے کہ اب بھی تمام تقاضے پورے ہوتے رہیں اور بعد میں بھی پورے ہوتے رہیں اس کو سب ہی کامیاب کہیں گے اور اسکے برعکس کو ناکامیاب کہیں گے، تو ایک آدھ بات کی کامیابی کا نام کامیابی نہیں ہے بلکہ مسلسل تقاضوں کی کامیابی کا نام کامیابی ہے، خالی کھانا مل جانے کو کامیابی نہیں کہیں گے بلکہ تمام خواہشات کے پورا ہونے کو کامیابی کہیں گے اور خواہشات کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو پوری ہوتی نظر نہیں آتیں، اور انسان آج اسی کامیابی کے لئے محنت کر رہا ہے لیکن وہ اس میں ناکام ہے، آج نہ تو امریکہ کامیاب ہے اور نہ روس، نہ جاپان کامیاب ہے اور نہ چین، یہ سب کے سب بالکل ٹوٹے اور خسارہ میں ہیں، اب ایک پکار اللہ کی طرف سے بھی ہے کہ کامیابی کی طرف آؤ ہر نماز کے وقت اعلان ہوتا ہے حی علی الفلاح، یہ آواز بلا استثناء سب کے لئے ہے۔ جب حضرت بلالؓ حی علی الفلاح کہا کرتے تھے تو وہ بھی سب کے لئے ہوتی تھی یہاں تک کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے بھی، لیکن فرق صرف کامیابی کے درجات کے لحاظ سے ہے یعنی جو کامیاب ہے اسکو ادھر آنے پر کامیابی ملے گی، اگر اس پکار کو قبول کیا جائے تو ہمارے تمام مسائل چاہے وہ قومی ہوں یا ملکی، طبقاتی ہوں یا اجتماعی سب کے سب حل ہوجائیں گے، اگر ہم مارے بھی جائیں تو ہماری کامیابی نہیں ٹوٹے گی جسطرح کہ دنیا کے لوگ جو نظام بناتے ہیں وہ ایک ظاہری اور دوسرا خفیہ نظام دو نظام بناتے ہیں، اپنے بچاؤ کے لئے کچھ خفیہ تدبیریں اور خفیہ جگہیں بھی رکھتے ہیں جس سے وہ اپنا بچاؤ کرسکتے ہیں، اپنے بچاؤ کیلئے ہی تو ان لوگوں نے سوئزرلینڈ بنایا ہے کہ ہر جنگ کے جلاوطن وہاں پناہ لیتے ہیں، اسی طرح اللہ کے یہاں بھی ایک خفیہ نظام ہے اور وہ اپنے اسی خفیہ نظام سے ہمیں کامیاب کرکے دکھاتے ہیں، بظاہر اگر ہم مر بھی جائیں تو بھی اللہ ہمیں ہماری کامیابی رکھیں گے، اللہ یوں فرماتے ہیں کہ ایسی کامیابی حاصل کرو جو مستقل و دائمی ہوجائے زمین و آسمان سب ختم ہو جائیں لیکن تیری کامیابی ختم نہ ہو ایسی ہی کامیابی کے لئے اللہ کی طرف سے سب کے لئے پکار ہے، بس اب جو تم اپنی آنکھ سے دیکھکر جسے کامیابی سمجھکر محنت کر رہے ہو اسکو بالائے طاق رکھدو، اور تھوڑے دنوں کے لئے اللہ کے کہنے کے مطابق کامیابی کی محنت کرو تو خدا تمام اعتبارات سے تمہارے تقاضے حل کردینگے اور تمہیں کامیاب کردینگے، مسجد کی طرف آنے میں ہر ایک قدم پر ایک نیکی رکھی ہے، مسجد آنے کا ارادہ کرے تو نیکی ملے، اگر صرف ارادہ کیا اور مرگئے تو ثواب بھی ملے گا، اس طرح ہر معمولی معمولی کام پر نیکی و ثواب رکھدیا ہے تاکہ کامیابی حاصل ہوجائے اس طرح پر تمام تقاضوں کے پورا ہونے کا ایک اعلیٰ نقشہ قائم کرکے دکھا دیا ہے اور ان سب کے بدلے میں جنت دینے کو کہا ہے جسمیں تمام ہی نعمتیں اعلےٰ قسم کی ہوں گی اور یہ سب کچھ صرف ایک نیکی پر ہی اللہ دے دیتے ہیں، یہ تو صرف ایک نمونہ بتایا، اس کے بعد اسی لائن پر اپنی کامیابی کی سطحیں بڑھاتے چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ انسان کے خیر خواہ ہیں، انسان کو ہمیشہ زیادہ سے زیادہ دینے کا وعدہ فرماتے ہیں اور دیتے بھی ہیں، اور جب اللہ رب العزت کامیابی دینے پر آجائیں تو اس طرف سے دیتے ہیں جدھر سے کوئی امید بھی نہ ہو اس طرح ہماری کامیابی کی ترد عات تو جنت سے ہوگی کہ پہلے اپنی کامیابی طے کرلو کہ جنت کا ملنا کامیابی ہے، اب دوزخ سے بچنے کی کوشش کرو، جنت کو حاصل کرنے کے لئے محنت کرو، اللہ تو تمہارے خیر خواہ ہیں اس لئے جب اللہ کامیابی دینا شروع کرتے ہیں تو وہاں سے کامیابی دیتے ہیں جہاں کوئی تبدیلی کوئی تغیر نہ ہو اسلئے ہی کامیابی کو مزاج انسانی پر موقوف نہیں کیا بلکہ اپنے اوپر رکھا کیونکہ انسان کا مزاج جلد باز ہے اور وہ جلدی ہی کو پسند کرتا ہے اس لئے اگر اللہ کامیابی کو ہمارے مزاج پر چھوڑ دیتے تو ہم کبھی بھی مستقل و پائیدار کامیابی حاصل نہ کرسکتے، اسی لئے اللہ نے کہا ہے کہ تو تو جیسا میں کہوں ویسا کرتا رہ میں تیری زندگی کو کامیاب بنا دوں گا تیری تمام مشکلات حل کردوں گا، تمام چیزیں صحیح و درست کردوں گا، اللہ کے یہاں دستور یہ ہے کہ پہلے محنت و مشقت کراتے ہیں، بعد میں آرام دیتے ہیں لیکن محنت و مشقت صرف ایسی حالت میں کرنا پڑتی ہے جب تک کہ انسان اسے کرسکے اور جب بڑھاپا آتا ہے تو انعامات سے خوب نوازا جاتا ہے اسی لئے اولیاء اللہ جب تک برداشت کے زمانے

(باقی صفحہ ۱۹ پر)



# حضرت زینب رض

## تاریخ کے آئینے میں

(ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی ایم اے، پی، ایچ، ڈی (لکچرر) کلکٹیشور یونیورسٹی، دکن)

ام المومنین حضرت زینب رض بنت جحش کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے شادی اور اس سلسلہ میں مسلم مؤرخین اور مستشرقین کی رنگ آمیزیوں نے نہ صرف آنحضرت کے بارے میں محبت کی ایک داستان گڑھ دی ہے بلکہ مندرجہ ذیل آیت کے مفہوم کے تعین میں بھی اختلاف پیدا کردیا ہے۔

| | |
|---|---|
| واذ تقول للذی | اور جب تم کہتے تھے اسی |
| انعم اللہ علیہ | جس پر اللہ نے انعام کیا اور |
| وانعمت علیہ | تم نے انعام کیا، اپنی بیوی |
| امسک علیک زوجک | کو روکے رکھو اور خدا سے |
| واتق اللہ وتخفی | ڈرو اور تم چھپاتے تھے |
| فی نفسک ما اللہ | اپنے نفس میں وہ جسکو اللہ |
| مبدیہ وتخشی | ظاہر کرنیوالا ہے اور تم لوگوں |
| الناس واللہ احق | سے ڈرتے ہو حالانکہ خدا |
| ان تخشاہ فلما | زیادہ حقدار ہے کہ تم اس |
| قضی زید منہا | سے ڈرو، جب زید نے اس سے |
| وطرا زوجناکھا لکی | ضرورت پوری کرلی تو ہم نے |
| لا یکون علی | تمہارا نکاح اس سے کردیا |
| المؤمنین حرج | تاکہ مسلمانوں کو ان کے متبنی |
| فی ازواج ادعیائھم | کی بیویوں سے شادی کرنے |
| اذا قضوا منہن | میں حرج واقع نہ ہو جبکہ |
| وطرا، وکان | وہ ان سے ضرورت پوری کرچکیں |
| امر اللہ مفعولا ہ | اور اللہ کا حکم پایا ہوا تھا۔ |

اس سلسلہ میں دو سوالات بنیادی اہمیت کے حامل ہیں ایک تو یہ کہ وہ کون سی چیز تھی جس کو حضور صلعم اپنے دل میں چھپائے تھے اور اس کو ظاہر کرنے میں لوگوں سے ڈرتے تھے؟

دوسرا اہم سوال یہ ہے کہ کیا واقعی آنحضرتؐ نے حضرت زینب رض کے بعض برہنہ اعضاء کو دیکھ کر دل میں محبت کے جذبات محسوس کئے؟

اس مسئلہ میں مستشرقین نے ہمارے مؤرخین کی بعض روایتوں سے فائدہ اٹھایا اور اس شادی کو ہوس پرستی کا (نعوذ باللہ) رنگ دے دیا، خود مسلمان مفسرین اور بعض اہل فکر بھی یہی سمجھتے ہیں کہ جہاں اس شادی کا مقصد عربوں کی معاشرتی اصلاح تھا، وہاں ایک سبب یہ بھی تھا کہ حضور کو حضرت زینب رض سے محبت ہوگئی تھی، چنانچہ مصر کی مشہور فاضلہ ڈاکٹر بنت الشاطی اپنی کتاب "نساء النبی علیہ السلام والصلوٰۃ" میں لکھتی ہیں کہ یہ روایت تو مؤرخین اسلام کی ایک جماعت سیرت کے راوی، تفسیریں، تاریخ طبری، اصابہ اور سمط ثمین کے ذریعہ ہم تک پہونچی ہے پھر ہم اس کو مستشرقین کی طرف کیوں منسوب کریں یہ تو واضح ثبوت ہے نبی کی بشریت کا، وہ کھانا کھاتے تھے، بازار میں چلتے تھے اور انہوں نے اپنی بشریت کو جس طرح واضح کیا ہے اس کی مثال تاریخ کے عظیم کرداروں میں نہیں مل سکتی اگر ہم میں کوئی آج بھی کسی رسول کو بشریت سے منزہ گردانے تو وہ مومن نہیں ہوسکتا، خدا کہتا ہے کہ کہدو تم سمجھے کہ میں صرف تم جیسا آدمی ہوں، کہہ دیجئے کہ میرا رب پاک ہے میں بشر رسول کے سوا کچھ نہیں، کیا یہ تعجب کی بات ہے کہ ایک بشر رسول زینب جیسی عورت کو دیکھکر اسے پسند کرے؟ ضمیر کی عفت و اخلاق کی عظمت کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہے کہ جس کو آپ نے پسند فرمایا اس سے منہ موڑلیا اور زبان مبارک پر خدا کی عظمت و پاکی اور مقلب القلوب جیسے الفاظ جاری ہوگئے اس سے حضور صلعم کی عظمت کا اور کیا ثبوت ممکن ہے کہ حضرت زید یہ صورت حال معلوم کرکے آپ کے لئے طلاق دینا چاہتے ہیں مگر ضبط نفس کا یہ عالم ہے کہ آپ فرماتے ہیں ایسا نہ کرو اور خدا سے ڈرو۔ اسی کو اسلام کی عظمت کا نشان تصور کرنا چاہیئے، آپ کی بشریت کا اندازہ خود حضرت عائشہ رض کے بارے میں ہوتا ہے کہ عدل قائم رکھنے کے باوجود دل ان کی طرف مائل تھا جو لوگ محبت کو برا سمجھتے ہیں، ان کے لئے میں صرف زمخشری کی مثال پر اکتفا کرتی ہوں، زمخشری (ساڑھے آٹھ سو برس قبل) اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ رسول اللہ نے زینب رض کو دیکھا زید کے نکاح کے بعد، وہ آپ کے دل میں سما گئیں؟ آپ نے سبحان اللہ اور مقلب القلوب فرمایا، یہ اس لئے کہ اس سے قبل ان سے آپ کا نفس بھاگتا تھا اگر آپ چاہتے تو پہلے ہی پیام دیتے، اگر تم کہو کہ دل میں کیا چھپایا تھا؟ تو میں کہوں گا کہ اپنے دل کا زینب رض سے تعلق، یہ بھی کہا گیا ہے کہ زینب رض کو زید سے الگ کرنے کی خواہش (یعنی دو قول ہیں)

اب اگر تم کہو کہ خدا نے حضور صلعم کو شہوت کے خاتمہ کا حکم کیوں نہیں دیا اور لوگوں کو اتہام کا موقع کیوں دیا؟ تو میں کہوں گا کہ دنیا میں کتنی چیزیں ہیں کہ انسان ان کو لوگوں کے علم میں لانے سے شرماتا ہے حالانکہ فی نفسہ وہ مباح و حلال ہوتی ہیں نہ وہ الزام کی باتیں ہیں اور نہ خدا کے نزدیک عیب۔ انسان کے قلب کی طمع نہ عقل میں قبیح ہے اور نہ شرع میں اس لئے کہ وہ انسان کا فعل نہیں اور نہ اس کا وجود اس کے اختیار میں ہے [1]

مصری فاضلہ بنت الشاطی فرماتی ہیں کہ انسانی بشریت ہے نفس جس کو دفع کرنے سے عاجز ہے۔ اللہ نے ایسا اس لئے کیا کہ لوگ اس بارے میں مبالغہ اور اتہام سے باز رہیں اور دوسری طرف منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی کا رواج ہوسکے جس کو معاشرہ نے حرام سمجھ رکھا تھا! دوسری مصلحت یہ تھی کہ حضور صلعم کی پھوپھی زاد بہن کو امہات المومنین میں شمول کا شرف حاصل ہوجائے۔ اس بنا پر خدا نے رسول پر ناخوشی کا اظہار کیا کہ جو بات ضمیر میں ہے اس کو ظاہر میں لاؤ، ظاہر و باطن یکساں ہونا لازم ہیں۔ حق کو ظاہر کرنا چاہیئے اس میں شرم کی بات نہیں [2]

تاویل کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جو بنت الشاطی نے پیش کیا مگر یہ ان کی اپنی اپج نہیں ہے بلکہ اس کا ماخذ واضح طور پر کشاف کی وہ رائے ہے جو

[1] تفسیر الکشاف، سورۃ الاحزاب ج ۳ / ۲۳۷ طبع مکتبہ تجاریہ کبری مصر۔

[2] نساء النبی علیہ السلام والصلوٰۃ، مؤلفہ بنت الشاطی مطبوعہ دار الہلال قاہرہ ص ۲۴۲ تا ۲۴۵

آخر میں انہوں نے درج کیا ہے، البتہ ان کے بیان میں یہ دلیل "پائے چوبیں" سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی کہ حضرت زینبؓ سے حضورؐ نے اس لئے شادی کی کہ وہ ام المومنین بن جائیں۔ باقی اس شادی کے "تشریعی" ہونے میں تو کسی کو کلام نہیں کہ اس کے ذریعہ سے عربوں کی ایک جامد و کہنہ رسم پارہ پارہ ہو کر رہ گئی۔

اعتراض کا پہلو غیر مسلموں کے ذہن میں اور جدید میں جو آسکتا ہے وہ مسلم مورخین کی روایت ہے جس میں حضورؐ کے قلبی تعلق کو زینبؓ سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے، یہ تعجب کا مقام ہے کہ تاریخ کی روایت کو ہم حدیث سمجھ بیٹھیں؟ کیا یہ روایت بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، موطا امام مالک، موطا امام محمد وغیرہ میں ہے؟ یقیناً نہیں ہے؟ پھر کیا سیرت کے بنیادی مآخذ سے اس کا پتہ چلتا ہے کہ حضورؐ نے حضرت زینبؓ کو برہنہ دیکھکر ان سے قلبی تعلق محسوس کیا؟ یہ بھی صحیح نہیں چنانچہ ابن اسحاق اور ابن ہشام میں کہیں اس روایت کا پتہ نہیں چلتا۔ ایسی سخت بات کہ جس کا تعلق قرآن کی تفسیر سے براہ راست ہو، سیرت و تاریخ کی کتابوں سے ہرگز اس کا ثبوت قبول نہ کیا جائیگا جب تک کہ اسکی صحت کی شہادت ہمارے علمار جرح و تعدیل نہ دیدیں۔

اب ہم ذیل میں یوسف عباس ہاشمی کے تحقیقی نظریہ کو پیش کرتے ہیں تاکہ حقیقت پر جو گرد و غبار جمع ہو گیا ہے وہ صاف ہو جائے، تحقیق کے آئینہ میں تصویر کا صحیح رخ نظر آسکے۔

یہ بات بنیادی سوال ہے، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کہانی کس طرح بنی کہ آپ نے حضرت زینبؓ کے کھلے ہوئے بعض اعضاء کو دیکھکر محبت کے جذبات محسوس کئے اور ان کے گھر سے یہ کہتے ہوئے باہر نکلے کہ سبحان اللہ یا مقلب القلوب؟ اس میں شبہ نہیں کہ یہ قصہ مستشرقین نے نہیں گڑھا ہے بلکہ ان کو مواد خود ہماری کتابوں سے ملا ہے اور پھر اس پر انہوں نے حسب منشا رنگین پالش کر کے حضور علیہ السلام کو ایک ناپسندیدہ انداز میں پیش کیا، اس گندی کہانی کا مصنف محمد ابن عمر واقدی ([illegible] تا ۲۰۷ھ) ہے۔ واقدی نے سب سے پہلے اس روایت کو پیش کیا جو دراصل اس کے ذہن کی اختراع ہے نہ کہ واقعہ وہ سیرت نبوی کے پہلے سوانح نگار ابن اسحاق کے انتقال کے دس برس بعد پیدا ہوا۔ واقدی امام بخاری کا معاصر تھا، ابن اسحاق اور امام بخاری نے اس واقعہ کو کہیں بیان نہیں کیا ابن ہشام اس واقعہ کے بارے میں بالکل خاموش ہیں، اس طرح یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ صرف واقدی کا تصنیف کردہ ہے جس کی تقلید بعد کے مصنفین نے کی واقدی کے کاتب ابوسعد نے اس جھوٹے واقعہ کو اپنی کتاب طبقات میں نقل کیا، ابن سعد محض واقدی کا مقلد تھا اگر واقدی کے تصنیفی کام مفقود نہ ہو جاتے تو اس کے کام کی کوئی اہمیت نہ ہوتی۔[1]

محمد بن عمر الواقدی برامکہ کے شیعہ دربار کا مشہور قصہ گو تھا اور اس کی افسانوی اختراع طرازی معروف تھی، اس کی کتاب فتوح الشام اس کی عمدہ مثال ہے، اسکو خیالی فضول میں جان پہنانا اور تاریخ کے سانچے میں ڈھالنا خوب آتا تھا اس نے بہت سے جھوٹے افسانوں کو گڑھ کر انہیں تاریخ میں سمو دیا ہے، مگر افسوس اس بات کا ہے کہ اس کو مورخین کی صف میں جگہ دی گئی جس کا وہ ہرگز مستحق نہ تھا خصوصاً مستشرقین نے اس کو بڑی اہمیت دی بجائے اس کے کہ ہم واقدی پر تنقید کریں اور اس کے جھوٹ کو طشت ازبام کریں، بہتر ہے کہ محدثین امت نے جو تنقید اس پر کی ہے اسکو پیش کریں تو ساری حقیقت فاش ہو جائے اہمیت سے علمائے جرح و تعدیل نے واقدی کے کردار کو نمایاں کیا ہے، یہاں چند تنقیدوں کے خلاصے پیش خدمت ہیں ۱۶ زبردست امت کے علماء و محدثین نے واقدی کو غیر ثقہ قرار دیا ہے جن کے نام یہ ہیں:

امام بخاری، امام ابوداؤد، امام ابن حنبل، امام شافعی، امام بیہقی ابن حجر، دارقطنی، امام نسائی، امام ذہبی، ابوحاتم ہیثم، ابوعاصم، حاکم ابن معین، ابوذر اور سیوطی۔

ان تمام محدثین نے غیر ثقہ، ضعیف، کاذب، واضع حدیث، متروک — لیس القوی، الکذاب المعروف اور شیوخ المجہولین جیسے الفاظ واقدی کیلئے استعمال کئے ہیں۔

ابن حجر لکھتے ہیں۔

"قال الشافعی فیما اسندہ البیہقی کتب الواقدی کلها کذب"[1]

امام شافعی فرماتے ہیں کہ واقدی کی تمام کتابیں جھوٹی ہیں۔ وہ دوسری جگہ لکھتے ہیں،

"کان بالمدینۃ سبع رجال یضعون الاسانید احدھم الواقدی"[2]

مدینہ میں سات آدمی احادیث تراشتے تھے ان میں ایک واقدی بھی تھا۔

امام ابوداؤد اور امام احمد، امام حاکم اور امام بخاری کی بھی یہی رائے ہے[1]

امام ذہبی لکھتے ہیں:

"وھو احد اوعیۃ العلم علی ضعفہ ... قال احمد بن حنبل ھو کذاب یقلب الاحادیث وقال ابن معین لیس بثقۃ وقال النسائی یضع الحدیث"[2]

(وہ اپنے ضعف کے باوجود اہل علم سے ہے، امام احمد نے فرمایا کہ وہ سخت جھوٹا ہے جو حدیثوں کو الٹ پلٹ دیتا ہے۔ ابن معین نے فرمایا کہ وہ ثقہ نہیں ہے امام نسائی نے کہا کہ وہ حدیث بناتا ہے)

ایک دوسرا عالم جرح و تعدیل لکھتا ہے کہ:

"فقال ھیثم لئن کان کذابا فما فی الدنیا مثلہ فقال الشافعی کتب الواقدی کلها کذب شیوخ المجہولین"[3]

(ہیثم نے کہا کہ دنیا میں اتنے بڑے کاذب کی مثال موجود نہیں، امام شافعی نے فرمایا کہ واقدی کی ساری مثالیں جھوٹی ہیں)

"باقی"

[1] اسلامک کلچر جنوری ۱۹۶۲ء ڈاکٹر یوسف عباس ہاشمی کا مقالہ زینب بنت جحش

[1] تہذیب التہذیب مطبوعہ حیدرآباد جز ۹ ص ۳۶۶
[2] ایضاً ص ۳۶۷

[1] تہذیب التہذیب جزہ ص ۲۷۵
[2] کتاب میزان الاعتدال فی نقد الرجال۔
[3] کتاب الجرح والتعدیل ابن ابی حاتم الرازی ج ۴ ص ۲۰، ۲۱

خط و کتابت کرتے وقت حوالہ نمبر خریداری لکھنا ضروری ہے
"منیجر"



آخری قسط

# بہائی ازم کے مبلغوں سے

از ___ صوفی نذیر احمد کاشمیری

لیکن اگر ایسے تمام فرقے کہ جو بظاہر مساوات انسانی وحدت انسانی اور امن و سلامتی انسانی کو اپنا نصب العین بتاتے ہیں پورے صدق و اخلاص سے اسلام کو قبول کرلیں اور اس کی ایک ایسی تجدید میں ممد ہوں کہ جو اس میں سے دور ملوکیت کے اثرات کو ختم کرتے ہوئے اسے دور صحابہؓ سے ملا دے تو بلاشبہ موجودہ دور کی عالمگیر بے چینی کو ایک عالمگیر اطمینان سے بدلا جا سکتا ہے انسان کا سارا اطمینان، یقین و تعین کا پھل ہوتا ہے نہ کہ ابہام و عدم تعین کا نتیجہ اگر ان بہائی خود ترقی یافتہ فرقوں کا مقصد سچ مچ امن و سلامتی ہے تو پھر اس کا راستہ ایمان و اسلام ہے، امن ایمان سے اور سلامتی اسلام سے پیدا ہوتی ہے اور ہمیشہ کی طرح آج بھی نوع انسانی کو اسی کی ضرورت ہے" ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین، (جو شخص اسلام کے علاوہ اور کسی چیز کو دین بنائے وہ اس سے قبول نہ ہوگا اور آخرکار وہ گھاٹے میں رہے گا۔) چودہ سو برسوں سے نئے نئے دین گھڑنے کی جو جو کوششیں ہوئی ہیں وہ قرآن مجید کے اس دعوے کی واضح گواہ ہیں۔

موجودہ عالمی بیچینی اور الحاد کے پیش نظر گذشتہ دس پندرہ برسوں میں بدھ ازم، عیسائیت و ہندو ازم وغیرہ عالمی مذاہب نے اپنے اپنے دائرۂ عمل میں عالمگیر انداز پر تجدید دین کی کوششیں کی ہیں: بدھ سمیلن جینیتی، ہندو وشو دھرم سمیلن اور عیسائیت کی رومۃ الکبریٰ میں ۱۹۶۲ء میں ہونے والی عالمی مجلس مشاورت انہیں تجدیدی مساعی کے مظاہر ہیں، عیسائیت نے تو غیر شعوری انداز پر اسلام کا ایک بڑا مطالبہ قبول کر لیا ہے، بات یہ ہے کہ جب اسلامی تبلیغ کا آغاز ہوا تو یہود و نصاریٰ نے اسے ایک غیر ضروری بدعت قرار دے کر مسلمانوں سے کہا "کہ اگر ہدایت چاہتے ہو تو یہودی یا نصاریٰ ہو جاؤ"

قرآن مجید میں اس کا یہ جواب مذکور ہے کہ — ہدایت نہیں بلکہ ان کے بجائے ملت ابراہیمی کو اساس وحدت دین بنانے کی ضرورت ہے۔ قالوا کونوا ھودا او نصاریٰ تھتدوا قل بل ملۃ ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین"

(یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہدایت مطلوب ہے تو یہودی یا نصاریٰ ہو جاؤ۔ آپ فرما دیجئے کہ ملت ابراہیم کو اپنانے کی ضرورت ہے جو حنیف تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔)

اسلام کی اس دعوت کا سبب

**اس کا سبب:-** یہ ہے کہ شریعت موسوی اور اخلاقیات مسیحی دین کامل کی دو جدا جدا جہتوں پر زور دیتے ہیں، حضرت موسیٰ کے ذریعہ صدیوں کی ایک غلام قوم کو آزادی کے لئے تیار کرنا تھا، لہذا ان کی تعلیم میں عدل و جہاد و عزیمت و عزت نفس قسم کے معاشرتی اخلاق پر زور تھا، لیکن جب حضرت مسیح کو بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو پھر سے اکٹھا کرنے پر مامور کیا گیا تو اسوقت بنی اسرائیل میں اخلاقیات معاشرتی کے بجائے صرف ایک فقہی خشونت باقی رہ گئی تھی، یہ موسوی تعلیم کا محض چھلکا تھا، لہذا حضرت مسیح نے محبت و رحمت و راحت، شفقت و عفو و درگذر کے انفرادی و باطنی اخلاق پر زور دیا، تاکہ وہ ظاہر اور یہ باطن ملکر دین کا اصلی اعتدال بحال ہو جائے، حضرت مسیح نے اس بات کو پوری طرح ظاہر فرما دیا تھا کہ وہ کسی صورت شریعت موسوی کو ختم کرنے نہیں آئے بلکہ اسے قائم کرنے آئے ہیں، لیکن چونکہ یہود نے حضرت مسیح اور ان کے بعد ان کے مبلغین کو اپنے دائرے سے یکسر باہر کر دیا تھا، لہذا شریعت موسوی و اخلاقیات مسیح کے امتزاج کا سوال خارج از بحث ہو گیا اور یہودیت و عیسائیت[عہ] عیسائیت تو شریعت سے کٹی ہوئی ایک اخلاقیت بن گئی اور یہودیت حسب سابق ایک فقہی خشونت رہی، مغرب کی موجودہ لادینی تہذیب صرف اسی تضاد کا پھل ہے ۱۹۶۲ء میں رومۃ الکبریٰ میں ہونے والی مسیحی [illegible] نے یہود و نصاریٰ کے تفرقے کو ختم کرنے یا کم کرنے کی کوشش کی ہے، اس مجلس نے قتل مسیح کے الزام کو چند افراد کا جرم قرار دیتے ہوئے یہود کو بحیثیت ایک فرقے کے اس الزام سے بری قرار دیا ہے، گویا دونوں کے امتزاج کی ایک بڑی نفسیاتی رکاوٹ کو دور کر دیا گیا ہے ادھر پوپ پال کی زبان سے یہ اعلان بھی ہوا ہے کہ آئندہ تمام اہل کتاب کی مرکزی شخصیت حضرت ابراہیم ہوں گے، بلاشبہ حضرت ابراہیم یہودیت و عیسائیت کے دو متضاد رجحانات کے مقابل ایک معتدل اور جامع شخصیت کے مالک ہیں، اسی لئے اسلام نے انہیں دین کامل کے مبلغین کے لئے تاریخی ماڈل کی حیثیت سے رکھا تھا۔

آج چودہ سو برس بعد اسلام کی اس دعوت کو یہود و نصاریٰ غیر شعوری طور پر قبول کر رہے ہیں، اگر کبھی شریعت موسوی و اخلاقیات عیسوی کے امتزاج کا سوال کبھی سامنے آیا اور اس وقت تک بے تعصبی کی فضا بھی وسیع ہو گئی۔ تو انشاء اللہ اسوقت تک "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی آوازیں در و دیوار سے خود بلند ہوں گی، اور— "ان الدین عند اللہ الاسلام" — کائنات انسانی کا دین واحد ہوگا لیکن یہ انتہا درجہ ضروری ہے کہ اسوقت تک ملت اسلامیہ بھی اپنی داخلی اصلاح پوری طرح کرلے۔ لہذا آپ کی قسم کے تمام وہ فرقے کہ جو امن و سلامتی و اتحاد انسانی کو اپنا نصب العین قرار دیتے ہیں ان کا فرض معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے یقین سوز تخرب سے دست بردار ہو کر اسلام کے توحید خدا و اخوت انسانی کے ظاہر و باہر اسوۂ کاملہ کو بلا تاویل اپنائیں اور اسے عالمگیر کریں اسلام قبل از تاریخ کا استعارہ اور ابہام نہیں ہے وہ تو تاریخ مذہب کا غیر مشکوک اور عالمگیر مظاہر ہے وہ گپھاؤں اور غاروں کے اندر سوچی ہوئی خوش خیالی نہیں ہے لہذا اسے نظر انداز کرتے ہوئے— قبل از تاریخ کے دھندلے استعاروں اور مبہم کنایوں کو دین کے نام پر زندہ کرنا نوع انسانی سے بدترین غداری ہے اور کچھ نہیں ہے، قادیانیت کے گرودم کو دین بتانے والا اگر وہ بھی خلافت راشدہ کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھکر اپنا محاسبہ کرے تو اس کے لئے بھی انتہائی سودمند ہوگا۔

**محبت سے:-** آپ نے اپنے خط میں محبت کو تکمیل انسانی کا واحد محرک بتایا ہے جو صرف شعر و رومان، اور رقص و موسیقی کی دنیا ہے — کیا اس عملی دنیا میں کہ جہاں ہم رہتے ہیں، ظلم، جھوٹ، دغا، فریب بد دیانتی و غصب حقوق، و ترک فرائض و واجبات

(باقی صفحہ پر)

[عہ] دو جدا جدا ہدایت بن گئے

# ام القریٰ

## مکان کی اہمیت اور مکین کے جمال کا ایک حسین امتزاج

(از۔ محمد سراج الآفاق صدیقی ایم اے الہ آباد یونیورسٹی ایم اے فاضل لکھنؤ یونیورسٹی)

حق سبحانہ تعالےٰ نے ام القریٰ یعنی سرزمین مکہ کو تمام روئے زمین و جملہ اماکن پر فوقیت و برتری بخشی اور اپنی خاص تجلی و گوناگوں محیر العقول آیات و علامات سے اس دیار مقدسہ کو بابرکت اور گرامیقدر بنایا، تمام دنیا میں سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی توجہ الی اللہ کیلئے مقرر کیا گیا اور بطور ایک عبادت گاہ و نشان ہدایت کے بنایا گیا وہ اسی مبارک شہر مکہ معظمہ میں واقع ہے جس کی عالمگیر و ضیا پاش روشنی تمام دنیا میں محیط ہے اور اس کی برق پاش شعاعیں طالبین و مطیعین کیلئے دلالت راہ اور نشان ہدایت کیلئے کافی و وافی ہیں، حق سبحانہ تعالےٰ نے اس گھر کو شروع ہی سے ظاہری و باطنی حسی و معنوی برکات سے معمور کیا اور سارے جہان کی ہدایت کا سرچشمہ ٹھہرایا، روئے زمین پر جس کسی مکان میں برکت و ہدایت پائی جاتی ہے اسی بیت المقدس کا ایک عکس اور پرتو سمجھنا چاہیئے۔ یہیں سے رسول الثقلین کا خمیر اٹھایا گیا، مناسک حج ادا کرنے کیلئے سارے جہان کو اس کی زیارت کی دعوت دی گئی، عالمگیر مذہب اسلام کے پیرؤں کو مشرق و مغرب میں اسی کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم ہوا نیز اس کی طرف منہ کرنے والوں پر عجیب غریب برکات و انوار کا افاضہ فرمایا انبیاء سابقین بھی حج ادا کرنے کے لئے نہایت شوق و ذوق سے تلبیہ پکارتے ہوئے اس شمع کے پروانے بنے اور طرح طرح کی ظاہر و باہر نشانیاں قدرت نے بیت اللہ کی برکت سے اس سرزمین میں رکھدیں اور ہمیشہ وہاں داخل ہونیوالے کو مامون اور محفوظ سمجھا گیا۔

جس کی شان میں اللہ تعالےٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے۔ ومن دخلہ کان آمنا۔ اس کے پاس مقام ابراہیم کی موجودگی اور نقش و اثر پتہ دے رہے ہیں کہ یہاں ابو الانبیاء ابراہیم علیہ السلام کے قدم کی برکت موجود ہے اس پاک گھر میں جمال خداوندی کی کوئی خاص تجلی ہے جس کی وجہ سے ادائے حج کیلئے اسے مخصوص کیا گیا، کیونکہ حج ایک ایسی عبادت ہے جس کی ہر ادا اس جمیل مطلق اور محبوب برحق کے عشق و محبت کے جذبہ کا اظہار کرتی ہے پس ضروری ہے کہ جسے اس کی محبت کا دعویٰ ہو اور بدنی و مالی حیثیت سے بیت اللہ تک پہونچنے کی قدرت رکھتا ہو۔ کم از کم عمر میں ایک مرتبہ اس دیار مقدس میں ضرور حاضری دے اور دیوانہ وار وہاں کا چکر لگائے، خانہ کعبہ کی۔ عجیب غریب اور حیرت انگیز تاثیر اور جاذب نظر محبوبیت حق سبحانہ تعالیٰ کے شئون و صفات کی کامل ترین دلیل اور واضح برہان ہے کہ دیکھنے والے اس کی مقناطیسی کشش اور روح پرور نظارے سے ایسے بیتاب اور مضطرب ہو جاتے ہیں کہ پھر دنیا وما فیہا کی ان کو کچھ خبر نہیں رہتی، اور ہر شخص اپنے آپ کو ایک ایسی قادر ہستی کے پناہ میں آجانے کا تصور کرتا ہے، جو اسے دیکھتی ہے پر وہ نہیں دیکھتا۔ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر ٥ اب ذرا اندازہ لگائیے کہ جن پر ہر آن اور ہر حال میں

یہ کیفیت طاری اور یہ تصور قائم رہتا ہو تو اس کا قلب حق تعالےٰ کی عظمت وجبروت اور اپنے عبودیت و افتقار کے کس قدر عظیم و عمیق احساس سے معمور ہوگا اور ہمہ تن اسلام و تسلیم و رضا کا پیکر مجسم بنکر احکام خداوندی اور اپنے فرائض و عبودیت کو انجام دیں گے اور تقصیرات و کوتاہیوں کو کس بیچارگی و عاشقانہ انداز سے اس گنبد خضریٰ میں آرام فرمانیوالے کے پاس عرض کرینگے کہ بس وہی شخص اس شیریں کلامی و مناجات کا صحیح لطف اور دائمی مزا حاصل کرسکتا ہے جس کے دلمیں اطاعت شعاری اور بندگی کا پورا شوق و جذبہ کارفرما ہو، حق سبحانہ تعالےٰ نے یہاں کے آنیوالے طالبین و مشتاقین زیارت کیلئے اپنی مخصوص عنایتوں اور نوازشوں کا وعدہ فرمایا اور بہت ہی خوشکن و مسرت فزا بشارت سنائی کہ اس بقعہ مبارکہ میں پہونچ جانے کے بعد عذاب اخروی سے ابدی اور دائمی نجات تو ہوتی ہی ہے، اگر کوئی بصدق و خلوص دل وہاں جاتا ہے تو دنیا کے بھی مصائب و تکالیف سے امن و حفاظت پا جاتا ہے روزی میں برکت و فراخی حاصل ہوتی ہے، پریشانی و مشقت دور ہو جاتی ہے اور سکون و طمانیت نصیب ہوتی ہے، نیز اس دولت کا احساس اور گہرا اثر وہیں سے شروع ہو جاتا ہے جہاں بیت اللہ پر ایک نظر پڑی اور اس کی بے حجاب نورانیت نظروں کے سامنے آئی کہ آدمی زحمت کی ساری کلفتیں اور مشقتوں کو یکسر فراموش

کر جاتا ہو اس وقت یاد بھی نہیں آتا کہ اس سے پہلے کیا کیا پیش آیا تھا، بس وہ حال ہوتا ہے جو جنت میں پہونچکر جنتیوں کا ہوگا۔ الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن ان ربنا لغفور شکور الذی احلنا دار المقامۃ من فضلہ لا یمسنا فیھا نصب ولا یمسنا فیھا لغوب ٥ جنتی جنت میں پہونچکر کہیں گے کہ خدائے تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہم سے رنج و غم کو دور کردیا، بیشک ہمارا خدا بڑا بخشنے والا قدردان ہے جس نے ہمکو ٹھکانے کے گھر میں پہونچادیا اپنے فضل سے جس میں نہ ہم کو کوئی مشقت معلوم ہوتی ہے نہ کچھ تھکن محسوس ہوتی ہے، یہی حال بیت اللہ کو دیکھکر اہل شوق کا ہوتا ہے کیا ہی خوش بخت و صاحب نصیب ہیں وہ لوگ جن کو اس دولت عظمیٰ و سعادت کبریٰ سے حصۂ وافر ملا۔ بیشک یہی ان کے لئے دنیا و آخرت میں سرمایۂ خیر و خوش انجامی کا باعث اور آقائے دوجہاں کے سامنے سرخروئی و رضا و قرب کا سبب ہے لہذا ہر طالب زیارت و ادائے حج پر لازم و ضروری ہے کہ اس کے مناسک و ارکان کا پورا پورا احترام اور آداب و شرائط کی مکمل رعایت کرے اور مشیت ایزدی کا صحیح منشاء اور جو مطلوب اس عبادت خاصہ کا ہے یعنی تسلیم و رضا افتقار و عبودیت فناء و عشق عاجزی و تذلل اس کا مظہر تام اور مکمل تصویر ہو کر حضرت ابراہیم و اسمٰعیل کی یادگار اور نقش قدم پر دل سے نثار ہو، اس عمل کی روح اور مہتم بالشان فریضہ کی جان یہی ہے جسمیں جسقدر اس کا جذبہ اور ولولہ زیادہ سے زیادہ ہوگا۔ نگاہ محبوب میں اتنی ہی اس کی قدر اور وقعت ہوگی اور قرب و قبول سے نوازا جائیگا، عشق و محبت ہی اس عبادت کا خاصہ و بنائے اصلی ہے اور اپنی ہر حس و حرکت سے ظاہر کرنا ہے کہ ہم آپ کے محب اور سچے

باقی صفحہ ۱ پر



# مثالی توبہ

ترجمہ ——— رفیق الشاکری ندوی

۱۳۸۴ھ کا ذکر ہے، ایک دن میں خانہ کعبہ کا طواف کررہا تھا کہ اچانک ایک نوجوان پر میری نگاہ پڑی، جو خانۂ کعبہ سے چمٹا ہوا تھا اس کے ہاتھ آسمان کی جانب اٹھے ہوئے تھے، اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے وہ کہہ رہا تھا

"اے میرے پروردگار! اگر تیری رحمت شامل حال نہ ہوتی تو ضرور میں گمراہ ہو جاتا، اے میرے معبود! تیری رحمت سے میں بہت پر امید ہوں، مجھے اپنے اوپر ذرا بھی بھروسہ نہیں، تو ہی میری حالت کو سدھار دے"

وہ مسلسل انہیں جملوں کو دہرا رہا تھا، اس کے بدن پر لرزہ سا طاری تھا، میں اسکے قریب پہونچا تو مجھے محسوس ہوا کہ اسکی گریہ وزاری کے پس پردہ ضرور کوئی اہم واقعہ ہے میں اس کی ٹوہ میں لگ گیا، جب اس نے طواف کعبۃ اللہ سے فراغت پائی تو وہیں بیٹھ گیا، میں بھی اس کے ساتھ اسے سلام کرتے ہوئے بیٹھ گیا، اس نے میرے سلام کا خندہ پیشانی کے ساتھ جواب دیا۔

"میرے بھائی! اگر میں تم سے کوئی بات پوچھوں تو کیا جواب ملے گا؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں" اس نے جواب دیا۔

"میں نے تمہاری گریہ وزاری سنی، میں نے کہنا شروع کیا۔ جب تم دعا کر رہے تھے، غلاف خانۂ کعبہ تمہارے ہاتھوں میں تھا، اور تم گڑگڑا رہے تھے تو یہ اندازہ بتا رہا تھا کہ تمہاری اس حالت کے پس پردہ کوئی اہم واقعہ ہے جس سے تمہارا دل اس قدر متاثر ہے۔"

"میرے بھائی! اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی" اور بولا —— میں ضرور بتاؤں گا۔ بہت ممکن ہے کہ میری یہ کہانی، نوجوان طبقہ کیلئے باعث عبرت ہو اور انہیں نیک توفیق ہو" اس نے کہنا شروع کیا۔

"میرے والد ماجد نے اللہ انہیں غریق رحمت کرے اپنی عین جوانی میں وفات پائی، اس وقت میری عمرہ سال کی تھی، والد کی وفات کے بعد میری تربیت اور میری ایک بہن کی تربیت والدہ کے سر آئی، وہ سلائی کا کام کرکے ہم دونوں کی پرورش کرنے لگیں، جب میں

۱۶ سال کا ہوا تو میری زندگی نے ایک نیا موڑ لیا، اور میں غلط راستے پر پڑ گیا، میری زندگی کا زیادہ وقت لہو و لعب اور غلط کاریوں میں گذرنے لگا۔ میں دن میں جو کماتا رات بھر میں اڑا دیتا، یہ سلسلہ دو سال تک چلتا رہا، میری صحت بھی خراب ہو گئی اور دن بدن حالت گرتی ہی گئی، ایک دن شام کو میں قہوہ خانہ میں بیٹھا ہوا تھا طرح طرح کے خیالات پریشان کر رہے تھے کہ ایک نوجوان جس کے چہرہ سے شرافت جھلک رہی تھی آیا اور سلام کرتا ہوا میرے برابر بیٹھ گیا، میں نے سلام کا جواب دیا۔

"محمود! کیوں؟ کیا بات ہے، اس قدر فکرمند کیوں ہو؟ نوجوان نے کہا۔

میں حیرت میں پڑ گیا، کیونکہ اس نے مجھے میرے نام کے ساتھ مجھے مخاطب کیا تھا۔

"کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟" میں نے اپنے پر قابو پاتے ہوئے اس سے سوال کیا۔

"میں تمہارے ہی محلے کا ایک فرد ہوں، "نوجوان نے جواب دیا۔ وہ کہتا رہا۔ میرے والد تمہارے والد کے دوست تھے —— میں نے تم کو کئی بار دیکھا ہے تم اکثر نصف رات میں اپنے گھر آتے ہو، اور مدہوشی کے عالم میں دروازہ کھٹکھٹاتے ہو،

"وہ کہتا جارہا تھا،" اللہ تمہارے والد کی قبر پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے، بڑے نیک آدمی تھے، محلے والوں کے ہر رنج و خوشی میں شریک رہتے تھے۔ اور ان کے اہل محلہ سے بہت اچھے تعلقات تھے —— لیکن تم، آہ! بالکل ان کی ضد ہو، اپنے ضمیر کو ٹٹولو! اگر تمہارا یہی حال رہا تو وہ دن دور نہیں کہ تم خود پچھتاؤ گے،"

وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ عشاء کی اذان ہوئی اور وہ معذرت کرتے ہوئے عشاء کی نماز کے لئے یہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اے کاش! تم بھی میرے ساتھ عشاء کی نماز کیلئے چلتے۔ اور مالک حقیقی کی بارگاہ میں عاجزی کے ساتھ توبہ و استغفار کرتے، کیونکہ وہ اپنے بندوں کی دعا قبول کرتا اور لغزشوں کو درگذر فرماتا ہے۔ اس کے بعد نوجوان چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد میں اپنے گھر کی طرف چل دیا، میری زندگی کا غالباً یہ پہلا دن تھا کہ میں اپنے گھر رات

کو اس قدر جلد واپس ہو رہا تھا، گو جو جا —— لیکن رات بھر نیند نہ آئی، میں نوجوان کے الفاظ کی تاثیر میں الجھا ہوا تھا اور میرے ذہن میں اس نوجوان کے الفاظ گونج رہے تھے، کہ مؤذن نے بلند آواز میں اعلان کیا۔ لوگو! کامیابی کی طرف سبقت کرو، نماز کیلئے تیاری کرو، کیونکہ نماز نیند سے بہتر ہے۔ اس صدا نے پر تاثیر نے مہمیز کی میں اٹھ بیٹھا، وضو کیا۔ مصلیٰ بچھایا اور مالک حقیقی کی بارگاہ میں بے اختیار سر جھکا دیا، میرے جسم کے روئیں روئیں سے ہدایت و مغفرت کیلئے دعا نکلی، جب میں نماز سے فارغ ہوا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری والدہ میری اس تبدیلی پر خدائے واحد کا شکر ادا کر رہی ہیں۔

دوسرے دن میں قہوہ خانہ جب گیا تو اس نوجوان سے ملاقات ہوگئی جس سے کل میں مل چکا تھا، میں نے بڑی عقیدت کے ساتھ اسے سلام کیا اور اس کے لئے خیر و برکت کی دعا کی، کیونکہ وہی میری ہدایت کا سبب بنا تھا، میں نے اسے خوشخبری سنائی، کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر انعام ہوا، اور ہدایت نصیب فرمائی، نوجوان نے انتہائی مسرت میں اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

اس دن سے میری دنیا بدل گئی، ہر طرف سے کنارہ کش ہوکر صرف اللہ کی طرف متوجہ ہوگیا، اور اپنی بہن وغیرہ کی دیکھ بھال میں لگ گیا، زندگی کے دن گذرنے لگے، لیکن —— ان اللہ یھدی من یشاء۔"

گرمیوں کے دن تھے، میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک دوشیزہ جسے قدرت نے فیاضی کا حسن عطا کیا تھا —— کپڑے سلانے میرے گھر آئی اس کا لباس اُف توبہ کہ اس کے تمام جسم کی ساخت نمایاں تھی، تھوڑی دیر بعد وہ چلی گئی، لیکن لگاتار وہ میرے گھر آنے لگی، اور شیطان نے اپنا کام شروع کیا، محبت کا آغاز ہوا۔ بات آگے بڑھی، میرے دل میں بھی جذبات کا طوفان اٹھا جس کو میں روک نہیں سکا، ایک دن وصال کی گھڑی، جگہ کا تعین ہوا، دونوں جائے متعینہ پر پہونچے، قریب تھا کہ معصیت کا ارتکاب ہو جائے کہ مجھے اللہ تعالےٰ کا قول یاد آیا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوا تھا: ولقد ھمت بہ وھم بھا لولا ان رأ برھان ربہ"

میں سب کچھ بھول گیا، میرا دل دھڑکنے لگا، اور میرے سارے جسم میں رعشہ پیدا ہوگیا، میں گھبرایا ہوا اٹھ کھڑا ہوا، اور اپنے کپڑے پہن لئے، بیچاری وہ کیا جانے کہ مجھے کیا ہوا ہے۔ "بقیہ صفحہ پر"

# حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ

## ایک قائد و فاتح، ایک فقیہ و محدث

تحریر:- محمود شیت خطاب    ترجمہ:- اقبال احمد اعظمی

صدی بن عجلان نام، ابو امامہ کنیت تھی، غزوہ احد سے پہلے اسلام لائے، ایک روایت کے مطابق آپ غزوہ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ایک روایت میں ہے کہ کسی جنگ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا "میرے لئے شہادت کی دعا فرما دیجئے"، آپؐ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھ اور غنیمت عطا فرما۔"

صحیح روایت کے مطابق وہ غزوہ حدیبیہ سے پہلے اسلام لائے تھے جو ۶ھ میں واقع ہوئی تھی، جب آیت "لقد رضی اللّٰہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ" نازل ہوئی تو حضرت ابو امامہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا "اے اللہ کے رسول میں بھی درخت کے نیچے آپ کے دست مبارک پر بیعت کرنے والوں میں تھا"، آپ نے فرمایا "تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کی قوم "باہلہ" کی طرف بھیجا جب وہاں پہونچے تو دیکھا کہ ان کی قوم خون کھا رہی ہے، یہ پہونچے تھے، ان کی قوم کے لوگوں نے کھانے پر بلایا، حضرت ابو امامہ نے کہا کہ میں تم لوگوں کو اس سے منع کرنے کے لئے آیا ہوں، حضور اکرمؐ کا حضرت ابو امامہ باہلی کو ان کی قوم کو دعوت دینے کے لئے بھیجنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ حضور اکرمؐ کے معتمد علیہ آدمی تھے، اور ان کو آپ کی صحبت اور آپ کے جھنڈے تلے جہاد کرنے کا شرف حاصل تھا۔

**جہاد**:- حضرت ابو امامہ یزید بن ابو سفیان کی لشکر کے ساتھ مدینہ سے شام جا رہے تھے کہ راستہ میں یزید کو معلوم ہو گیا کہ رومیوں نے مقام "عربہ" (ارض فلسطین میں ہے) میں اپنی فوج کھڑا کر لیا ہے، حضرت یزید نے حضرت ابو امامہ کو عربہ بھیجا، حضرت ابو امامہ نے رومیوں کو شکست فاش دی، حضرت اسامہ بن زید کے سریہ کے بعد شام میں یہ پہلی جنگ تھی رومی عربہ سے مقام "داثن" چلے گئے، وہاں بھی ان کو حضرت ابو امامہ نے شکست دی، ایک طرف مسلمانوں کی معنوی ترقی ہوئی، تو دوسری طرف رومیوں کو معنوی انحطاط و زوال۔

اس کے بعد تمام لڑی جانے والی جنگوں میں حضرت ابو عبیدہ کے جھنڈے تلے لڑتے، فتح "حمص" میں حضرت ابو عبیدہ کے ساتھ تھے اور رومیوں سے جہاد کا سلسلہ جاری تھا اس لڑائی میں ان کو کافی مشقتوں اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، پہلی مرتبہ رومیوں سے مقابلہ کی ذمہ داری لینا اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کے مجاہد تھے، یہ بات انتہائی غیر معقول ہے کہ روایتوں میں شریک ہوئے ہوں اور تلوار سے کام نہ لیا ہو، اگرچہ تاریخ ان کے جہاد کی تفصیلات کے ذکر سے خاموش ہے

**انسانی اخلاق**:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کی قوم "باہلہ" کی طرف بغرض دعوت و تبلیغ روانہ فرمایا۔ ان کے ہاتھ پر پوری قوم ایمان لے آئی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کثیر روایت بیان کرنے والوں میں ان کا شمار ہوتا ہے، وہ حدیث کو اس طرح بیان کرتے تھے جیسے کوئی سنی ہوئی بات کو لوگوں تک پہونچاتا ہے۔

ایک مرتبہ مسلمانوں کی ایک جماعت ان کی خدمت میں حاضر ہوئی، حضرت ابو امامہ نے ان سے کہا کہ آپ حضرات کا میرے پاس آنا آپ لوگوں کیلئے باعث رحمت اور حجت ہے اس لئے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ اپنی امت کیلئے اندیشہ جھوٹ اور عصبیت سے تھا، سنو! تم لوگ عصبیت سے دور رہنا سنو! حضور! نے ہم کو اس پیغام کو لوگوں تک پہونچانے کا حکم دیا ہے، سنو! میں نے اپنا کام پورا کر دیا، اب تم لوگ اس پیغام کو دوسرے لوگوں تک پہونچاؤ۔ وہ کہا کرتے تھے کہ یہ مجلسیں اللہ کے پیغام کو تم لوگوں تک پہونچانے کے لئے ہیں اللہ کے رسول نے اپنے پیغام کو ہم تک پہونچا دیا، اب تم لوگوں کا فرض ہے کہ اس پیغام کو اس بہتر طریقے سے لوگوں تک پہونچاؤ جیسا کہ سنا ہے، انھوں نے ۲۷۰ حدیثیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں۔

جنگ صفین میں حضرت علی بن ابو طالب کے ساتھ تھے، انہوں نے کہا میں جنگ صفین میں موجود تھا۔ لوگ کسی زخمی کو ختم نہیں کرتے تھے، نہ کسی بھاگنے والے کا پیچھا کرتے اور نہ کسی مقتول کا مال چھینتے تھے۔ وہ مصر میں رہے پھر حمص میں منتقل ہو گئے اور وہیں ۸۶ھ میں وفات پائی، شام میں یہ آخری صحابی تھے، ایکسو چھ برس کی عمر پائی تھی، یعنی ہجرت سے بیس برس پہلے ولادت ہوئی تھی۔

وہ ظاہری وضع قطع کا بھی اہتمام کرتے تھے، داڑھی میں زرد خضاب لگاتے تھے، مہمان نواز، عزت مند، وفادار، بہادر، پرہیزگار اور سچے تھے، اپنے عقیدہ اور اصول کی راہ میں فنا ہو جانے کا جذبہ رکھتے تھے، زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں اپنی قوم کے سردار شمار ہوتے تھے اور مشہور صحابی تھے۔

### جنگ کے سربراہ

حضرت ابو امامہ ان بہادر جنگی سربراہوں میں تھے جن کو خوف ہراس نہیں لاحق ہوتا، ان کی بہادری، جوانمردی اور بے خوفی کی سب سے بڑی دلیل رومیوں پر دو مرتبہ حملہ کر کے پسپا کر دینا ہے، اور یہ دونوں ہی مرتبہ دشمن کے ملک اور اس کے گھر میں پیش آئے تھے ایسی صورت میں رومیوں کی تیاری اور فوج کے اکٹھا کر لینے اور دوسرے انتظامی ضرورتوں کی تیاری کے کافی مواقع تھے اور انہوں نے جنگ کے لئے ہر طرح کی تیاری بھی کی تھی لیکن ان کو ہر طرح کی تیاریوں کے باوجود شکست کا منہ دیکھنا پڑا

حضرت امامہ کا رومیوں پر غلبہ پانا اس بات کی علامت ہے کہ وہ فکر ساز ذہن صحیح فہم، قوی ارادہ، بارعب شخصیت، اور بے مثال بہادری کی دولت سے مالا مال تھے ساتھ ہی ان کو منصوبوں، اور اسکیموں کو عملی جامہ پہنانے کا ملکہ حاصل تھا، وہ عوام و خواص میں یکساں محبوب اور معتمد علیہ تھے اور ان کو اتنی بڑی ذمہ داری کا سونپنا ہی ان کے روشن ماضی کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔

### حضرت ابو امامہ تاریخ کے آئینہ میں

حضرت ابو امامہ کا جو اعلیٰ مقام اور عظیم مرتبہ ہے، اس کے بیان کرنے میں تاریخ نے بخل سے کام لیا، بڑے افسوس

(باقی صلا پر)



# ندوۂ دیدہ وراں

از
افتخار الحسن مختر اعظمی

مرکز علم و ادب فکر و شعور    دامن جلوۂ و نظارۂ طور
ندوۂ دیدہ وراں

دیدہ ور ذہن کے افکار کی جودت کا کمال    دانش و علم و ہنر حکمت و فن کی تمثال
چپہ چپہ سے ہویدا ہے شریعت کا جلال    ذرہ ذرہ سے نمایاں ہے حقیقت کا جمال
ظلمت دہر کے گرداب میں ہے نور فشاں - ندوۂ دیدہ وراں

سینۂ ناز جس کونین کی دھڑکن ہے یہ    قدسیان فلک و عرش کا مسکن ہے یہ
خلد کی حوروں کا دھویا ہوا دامن ہے یہ    جو نہ مرجھا کسی وقت وہ گلشن ہے یہ
گردش وقت کے سائے میں ہوا ہے جو جواں - ندوۂ دیدہ وراں

آج ساحل پہ امیدوں کا سفینہ آیا    ہاتھ میں دولت عرفاں کا خزینہ آیا
غم کے احساس کے ماتھے پہ پسینہ آیا    مختصر یہ ہے کہ جینے کا قرینہ آیا
زیست کا ہوتا ہے آکر یہاں احساس جواں - ندوۂ دیدہ وراں

تو نے انداز محبت کے سکھائے ہم کو    تو نے اسباق حقیقت کے پڑھائے ہمکو
راستے تو نے شریعت کے دکھائے ہم کو    گر امامت کے قیادت کے بتائے ہمکو
تجھ پہ قربان ہاں لیلائے عقیدت قرباں - ندوۂ دیدہ وراں

دھندلی دھندلی سی نظر آئی تھی تصویر حیات    باہمی بغض و عداوت میں گھرے تھے جذبات
بغض و نفرت سے کبھی کھائی محبت نے جو مات    اس نے پھر بڑھ کے سنوارے خم زلف حالات
اور گم کردہ رہ کو دیئے منزل کے نشاں - ندوۂ دیدہ وراں

کتنے موہوم خیالوں کو جلا دی اس نے    کتنی امیدوں کی آغوش بسا دی اس نے
مردہ احساس کو جینے کی دوا دی اس نے    رونق بزم قمکار بڑھا دی اس نے
نقش تقدیر فسردہ کو بنایا تاباں - ندوۂ دیدہ وراں

حکمت و دانش و بینش کا ہے تو نقش کہن    اہل فن نے تجھے بخشا ہے نیا پیراہن
تجھ کو شبلی کی نظر نے کیا معمورۂ فن    فیض کے آج بھی جاری ہیں ترے گنگ و جمن
تجھ سے پیاس اپنی بجھاتا ہے ہر اک تشنہ دہاں - ندوۂ دیدہ وراں

ذرۂ خاک کو ہمرنگ شرر تو نے کیا    قطرۂ آب کو مانند گہر تو نے کیا
جہل کی شام کو تابندہ سحر تو نے کیا    نالۂ صبح کو پابند اثر تو نے کیا
تو نے انساں کو حقیقت میں بنایا انساں - ندوۂ دیدہ وراں

عظمت آدم خاکی کا نگہدار ہے تو    قلب کونین کے ہر درد کا غمخوار ہے تو
جور باطل کے لئے عدل کی تلوار ہے تو    آتش بغض پہ اک شبنمی بوچھار ہے تو
نقش انساں کی محبت کا کیا تو نے جواں - ندوۂ دیدہ وراں

قوم و ملت کو دیئے تو نے کچھ ایسے معمار    جو ہوئے قافلۂ آدمیت کے سالار
سب میں ممتاز رہا جنکا سیاسی کردار    جن سے اب عالم اسلام کا قائم ہے وقار
جن کی ہر ایک ادا میں ہے نمایاں قرآں
ندوۂ دیدہ وراں

# بقدر ظرف میخانے کا احساں یاد آئیگا

دار العلوم ندوۃ العلماء کی
روح پرور فضاؤں میں اپنی زندگی کے آٹھ سال گذار کر
رخصت ہوتے ہوئے

(رئیس الشاکری ندوی)

نشاط دل خیاباں در خیاباں یاد آئیگا    بہاریں یاد آئیں گی گلستاں یاد آئیگا
بہار جانفزا اللہ رے کس درجہ دلکش ہے    یہ تسکین دل مضطر کا ساماں یاد آئیگا
گلوں کا ذکر ہی کیا؟ خار بھی دلکش نظر آئے    نظر افروز یہ حسن گلستاں یاد آئیگا
بہر سو ہو رہی ہے جیسے رنگ و نور کی بارش    نشاط افزا چراغ بزم امکاں یاد آئیگا
گھٹائیں گھر کے برجانب جب آئینگی ساون میں    بفیض چشم ساقی ساغرستاں یاد آئیگا
عطائے بیکراں انکی، یہ اپنی تنگ دامانی    بقدر ظرف میخانے کا احساں یاد آئیگا
فروغ جام، لطف مے عطائے حضرت ساقی    کتاب زیست کا باب درخشاں یاد آئیگا
وہ جسکی روشنی سے شرق تا غرب روشن ہے    شب تاریک میں وہ "ماہ تاباں" یاد آئیگا
نظر آتے ہیں جلوے جسکے دامن میں حقیقت کے    خدا رکھے یہ شہر علم و عرفاں یاد آئیگا
شعور زندگی کا نور جسکے سے نمایاں ہے    فضائے ندوۃ العلماء کا احساں یاد آئیگا
کوئی چھیڑے گا جب بھی ذکر صبح و شام ندوہ کا    مجھے پہلے خلوص فضل رحماں یاد آئیگا
اے بزم ناز! تیری صبح یا تیری شام کے صدقے    تو اک ایک عالم تیرے قرباں یاد آئیگا

کوئی عالم ہو لیکن اے رئیس اپنا عقیدہ ہے
بہر عنواں یہ جلوہ گاہ عرفاں یاد آئیگا

ؔ برادر گرامی جناب مولوی فضل الرحمٰن صاحب ندوی مستوی

مسلسل

# یروشلم

از:- خاور شناس !

## مسلمانوں کی واپسی پر عیسائی باشندوں کی مسرت

اسے تاریکی حادثہ کے نام سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب ہوگا، یروشلم کے قدیم اور اصل عیسائی باشندگان لاطینی حکمراں کے ظلم سے نہ صرف عاجز و پریشان تھے بلکہ یروشلم میں مسلمانوں کی رجعت کے متمنی تھے، یونان اور مشرق کے عیسائی تجربے کے بعد اسی نتیجہ پر پہونچے کہ مسلم خلفاء عیسائی حکمرانوں سے بہتر اور لائق ترجیح تھے، گبن رقمطراز ہے۔

The most Numerous portion of the in habitants was composed of the Greek and oriental christians, whome experience had taught to prefer The Mohammedan before the Latin yoke.

اسلام اور مسلمانوں کی صداقت و حقانیت کی شان اس سے بڑی اور کوئی دوسری دلیل نہ ہو الفضل ما شہدت بہ الاعداء۔

سلطان صلاح الدین کے (جو اسلامی تحریک و تعلیمات کی متحرک تصویر تھا) ان محاسن کا رعب سارے یورپ میں ایسا بیٹھا کہ بڑے بڑے سلاطین یورپ سلطان سے دوستی مراسم اور تعلقات پیدا کرنے کو باعث افتخار و اعزاز محسوس کرنے لگے۔ گبن رقمطراز ہے کہ انصاف کا مصدر اصلی ایمان ہے، ترکی سلاطین نے پوری ایمانداری کے ساتھ شرائط صلح کا ایفاء کیا، مفتوح کے حال زار پر سلطان کی نظر کرم مستحق ستائش و تحسین ہے۔

Justice is indeed due to the fidelity with which The Turkish conquero fulfilled the conditions of Treaty, and he may deservedly be praised for The glance of the pity which he cast on the misery of the vanguished.

## مذہب اسلام اور عیسائیت کا موازنہ لین پول کا اعتراف

جولائی ١٠٩٩ء کی خون آشامیوں اور جگر فگاریوں کے بعد نومبر ١١٨٧ء کی گلاب پاشیوں اور بخششوں کے مناظر میں موازنہ بالغ نظر اور تاریخ کے منکر طالب کیلئے تحصیل حاصل ہے۔ ٨٨ برس قبل عیسائی اسی شہر میں گھسے تھے زندگی کے لئے موت اور آبادی کے لئے ویرانی کا دیو بنکر گھسے تھے، اس وقت سانپ کے بل بھیڑیئے کے بھٹ شیر کے ماں اور درندوں کی کھوہوں اور غاروں میں بھی امن تھا، لیکن بنی نوع انسان کی آبادی امن سے خالی تھی، یہ عیسائی دیکھنے میں بنی نوع انسان لیکن خواہشات اور ارادوں میں خونخوار درندوں سے بدتر تھے جن کے مظالم کے سامنے بقول فرانسیسی مورخ میچاؤ وحشیوں کے مظالم بھی شرما جاتے ہیں، ٨٨ برس کے بعد جب توحید پرست اس شہر میں داخل ہوئے تو یروشلم کے چہرہ کا آب و تاب ابھر آیا مٹے ہوئے نقش و نگار ابھر آئے عیسائیوں نے جو کچھ دیا تھا مسلمانوں نے لوٹا دیا۔ یہ بنیادی فرق دونوں مذاہب میں روز اول سے آج تک چلا آ رہا ہے عیسائی مورخ لین پول کی زبانی اس موازنہ کی کہانی قابل سماعت ہے، مورخ موصوف رقمطراز ہیں۔

مسلم عربوں نے مفتوح شہر کے ساتھ جس رحمدلی کا ثبوت پیش کیا اسے دیکھکر ١٠٩٩ء میں پہلی صلیبی جنگ کے بربریت انگیز مناظر نگاہوں کے سامنے ابھر آتے ہیں جب گوڈ فرے (GOODFREY) اور ٹانکرڈ (TANCRED) لاشوں اور نیم جان انسانوں سے اٹی ہوئی سڑکوں پر شہسواری کر رہے تھے جب نہتے اور بے دفاع مسلمانوں پر مصائب کا پہاڑ ٹوٹ رہا تھا، وہ جلائے جا رہے تھے قتل کا نشانہ بنائے جا رہے تھے، مساجد و معابد کی چھتوں اور برجوں پر ان کا سفاکانہ قتل عام ہو رہا تھا، اس وحشیانہ قتل عام کے بدخون شہیدان عالم عیسائیت کے جبین افتخار پر کلنگ کا ٹیکہ بنا ہوا تھا، وہ فضا جہاں کبھی رحم و محبت کا درس دیا گیا تھا، خون سے بھیگی ہوئی تھی، مقدس شہر یروشلم کا ستیاناس کرتے وقت عیسائی "رحم کروگے رحم پاؤگے اسید و نیک بخت ہیں رحم کرنے والے" کا درس فراموش کر بیٹھے کتنے خوش نصیب تھے یہ ظالم عیسائی کہ مسلم سلطان کے سایہ رحمت میں انہیں پناہ ملی۔ اگر صلاح الدین کے متعلق محض فتح یروشلم کا واقعہ معلوم ہوتا تو یہ واقعہ تنہا اس کی شجاعت عظمیٰ اور وسیع القلب فاتح ہونے کے اثبات ہی نہ صرف اپنے دور میں بلکہ تاریخ کے کسی دور میں بھی پیش کرنا کافی ہوتا۔

## رحمدل مومن اور شیر دل رچارڈ۔ پیغام صلح اور جنگ کی پکار! تیسری صلیب

## ایمان اور طاقت کا مقابلہ

یروشلم کا سقوط کیا ہوا یورپ میں صف ماتم بچھ گئی! - گھر گھر نوحہ شروع ہوا - اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے اور عیسائیت کو غالب کرنے کی جو قسم کلرمونٹ کی پوپ کانسل نے کھائی تھی وہ ٹوٹ گئی - ٹوٹی ہوئی قسم کا کفارہ سنگین تھا شیر دل رچارڈ شاہ انگلستان گرجا شاہ جرمنی فریڈرک الف ہوا اور شہنشاہ فرانس فلپس آگسٹس لہراتا بل کھاتا اٹھا - سارے یورپ میں زلزلہ سا آگیا، صلیبی علم کے نیچے فوج در فوج سارا یورپ جمع ہوگیا ادھر اسلحات حرب اور فوجی روانگی کی تیاریاں شروع ہوئیں ادھر شرق اوسط کی جمع شدہ افواج یکجا ہونے لگیں، ساحلی شہروں میں فوجی ڈویژن بحری راستوں سے پہونچتے رہے، تمام افواج "ٹائر" (TYRE) میں جمع ہوئیں، سلاطین یورپ کے پہونچنے سے قبل ہی ٢٩ اگست ١١٨٩ء میں عیسائی افواج نے عکہ (ACRE) کا محاصرہ کر لیا، سلطان نے جہاد کی ہنگامی کا بینہ طلب کی اور عیسائیوں کا مقابلہ لاثانی عسکری شجاعت

کے ساتھ کیا دس ہزار عیسائی مارے گئے "باقی"



معمّات

مسلسل

# نیل کے مجاہد

ترجمہ ———— سید صدیق نسیم ندوی

## غلط فہمی میں مبتلا کرنے والی کارروائیاں

دشمن کو مغالطے میں ڈالکر چھاؤنی سے ایسے مورکی کی طرف لے آنا جہاں پہلے ہی انتظام کر دیا گیا ہو، ہمارے چھاپہ مار افسروں کو اس کے لئے بہت حاضر دماغ اور محتاط قدم رکھنا پڑتا ہے۔ دشمن کو جال میں کھینچ لانے کی یہ کارروائی کبھی مدمقابلہ بھی ہو جاتی ہے، دشمن کی طرف سے برابر آپ کو جواب دیا جاتا رہے اور آپ بغیر کسی خاص جدوجہد کے اپنے ٹھکانے سے قریب ہوتے جائیں، یہ اس وجہ سے اور بھی آسان ہو جاتا ہے کہ ایک منظم دشمن کے نزدیک اپنے اوپر حملہ کرنے والوں کو دور تک بھگانا بھی بعض وقت اتنا ہی ضروری ہو جاتا ہے جتنا ان کو قتل و قید کرنا بعض وقت ضروری ہوتا ہے، بہت ممکن ہے کہ دشمن کے نزدیک آپ کو دور تک کھدیر آنے کی یہ کارروائی بعینہ آپ کے نزدیک اس کو جال میں پھنسانے کی کارروائی ہو، جہاں تک دونوں میں فرق کی بات ہے وہ اتنی ہی ہے کہ بھگانے اور کھدیڑنے کی کارروائی ابتدا دشمن کی طرف سے ہوتی ہے، جس وقت آپ کسی وجہ سے پیچھے ہٹنا شروع کر دیتے ہیں اور دشمن کو جال میں پھنسانے کی کارروائی ایسی جگہ آپکی طرف سے ظاہر ہوتی ہو اور جس کا خاص مقصد یہ ہوتا ہے کہ دشمن کو ایسی جگہ پر پھنسا کر مارا جائے جہاں پانی بھی نہ ملے، بہترین پلان ہی اس کارروائی کی جان ہے اور اسے اختتام تک پہونچانے والا ہے جس وقت آپ پیچھا کرنے والے دشمن سے ایسی منتخب جگہ کی طرف بھاگ رہے ہوں، جہاں پر پہلے ہی سے آپ نے ٹائم بم یا بارود وغیرہ بچھا دیا ہو یا اسکو کسی ایسی جگہ یا کمیں گاہ تک لے آئے ہوں جو اس غرض سے تیار کی گئی ہو یا ایسے راستہ پر لے آئے ہوں جہاں پر بم وغیرہ پہلے سے رکھے ہوں تو یہ کامیاب جال میں پھنسانے والی کارروائی کہی جائے گی لیکن اگر آپ بغیر کسی پہلے سے طے شدہ پروگرام یا پلان کے ایسے دشمن سے بھاگ رہے ہوں جو جلد از جلد آپ تک پہونچ جانا چاہتا ہو تو یہ غرر ایک پیچھا کرنے والی کارروائی کہی جائے گی۔

ہم اس قسم کی کتنی ہی کارروائیاں انجام دے چکے ہیں جب ہم دشمن کو چھاؤنی چھوڑنے پر مجبور کر دیتے تھے اور پوری ریلوے لائنوں پائپ و ٹیلیفون لائنوں کے آس پاس نگرانی سے غافل کرکے ان کی بکھری ہوئی قوت اور اسلحہ وغیرہ پر حملہ شروع کر دیتے تھے اس ضمن میں سب سے دلچسپ کارروائی وہ ہوتی تھی جب ہم دشمن کی مشنریوں کو پہلے علاقہ میں داخل ہونے پر مجبور کر دیتے تھے۔

جنرل "اکسہام"، جو تمام افسروں سے زیادہ چست و چالاک اور جرأت کے اعتبار سے سب میں ممتاز تھا، اسکی عادت تھی کہ وہ چند جگہوں پر معائنے کے لئے بغیر کسی محافظ کے صرف اپنے خاص ڈرائیور کو ساتھ لیکر جاتا تھا، ہمارے آدمی اس کی نقل و حرکت پر ہر وقت کڑی نظر رکھتے تھے اور بیک وقت کئی جگہوں پر لوگ گھات میں بیٹھے رہتے تھے، ایک دن اتفاقاً اس کی موٹر نفیشہ کے قریب اسماعیلیہ کے رستہ پر آتی دکھائی دی، فوراً ہی موٹر پر دو تین دستی بم پھینکے گئے اور موٹر کے پرخچے تک اڑ گئے، اسکے ساتھ ہی مشہور ہوگیا کہ جنرل "اکسہام" قتل ہوگئے لیکن دوسرے دن ہمارے آدمی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ اسماعیلیہ کے محافظوں کو اس پر ڈانٹ رہا تھا کہ انھوں نے غفلت کیوں برتی جس سے اسکی موٹر کو حادثہ پیش آیا۔ بات یہ تھی کہ اس دن یہ جنرل کار تھا اور مفت میں بیچارہ ڈرائیور قربانی کا بکرا بن گیا۔

## تو جیبوں کو نئے نئے حیلوں سے ٹھکانے لگانا! -

اسماعیلیہ میں خفیہ جدوجہد کرنے والوں نے چند کارروائیاں ایسی کیں جنہیں ایک جنگی چال کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

انگریزوں کا قاعدہ تھا کہ کسی حادثہ کے بعد جب وہ کسی علاقہ کا محاصرہ کرتے تو وہاں کا کوئی آدمی چاہے وہ جو بھی ہو گھر سے باہر نہیں نکل سکتا تھا ورنہ اس کو گولی سے مار دیا جاتا تھا، ایسی حالت میں ہمارے آدمیوں کے سامنے یہ بات بالکل واضح ہو چکی تھی کہ وہ ان سپاہیوں تک کسی صورت میں بھی جا نہیں سکتے ہیں اور رہا قریب کی کھڑکیوں سے فائرنگ کا تبادلہ تو اس سے سوائے ہاؤس پڑوس اور محلہ والوں کے نقصان کے کوئی دوسرا نتیجہ نکلنا مشکل تھا اس لئے وہ ایک حیلہ کرنے پر مجبور ہوئے۔

انگریزوں کا ایک دستہ اسماعیلیہ کے جنگی گیٹ کے پیچھے کھڑا آپس میں ہنسی مذاق کر رہا تھا، قریب ہی ایک طرف ان کی موٹریں کھڑی تھیں، اتنے میں انہوں نے ایک طرف سے ایک چھکڑا نارنگیوں سے لدا آتا ہوا دیکھا اسکو ایک انتہائی بدحال اور پھٹے پرانے کپڑوں والا کوئی نوجوان ڈھکیل رہا تھا وہ آدمی چلا چلا کر اپنی نارنگیوں کی خوبیاں بھی بیان کرتا جاتا تھا جب وہ ان سپاہیوں کے قریب سے گذرا تو ان کے دلوں میں بھی نارنگیاں لینے کی خواہش پیدا ہوئی۔ انہوں نے نارنگی والے کو قریب بلایا اور بھاؤ تاؤ کرکے چھانٹنے لگے، تو لوا کر جب انہوں نے نوٹ دیا تو اسے اس نے یہ کہکر لوٹا دیا کہ ابھی تک بوہنی نہ ہونے کی وجہ سے پیسے نہیں آئے ہیں پھر تھوڑی دیر بعد اس نے کسی جگہ سے نوٹ تڑانے کی خواہش اس شرط پر ظاہر کی کہ اسکی نارنگیاں وہ لوگ دیکھے رہیں، ایک روپیہ لیکر وہ آدمی غائب ہوگیا۔

باقی صفحہ پر

## سپہ سالار کے اغواء کی کوشش!

ہمارے آدمی یہ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ دشمن سپہ سالار کا اغواء اس فوج کی صف میں سخت انتشار و ہیبت طاری کر دیتا تھا دشمن کے سپاہیوں میں ایسا خوف ان پر کئے گئے مختلف حملوں سے بھی زیادہ واضح ہوتا تھا یہی وجہ تھی کہ ہم نے اپنے پروگرام میں دشمن کے دو بڑے سپہ سالاروں کا اغواء کرنا بھی شامل کر لیا تھا، یوں تو ہم ایسی کارروائیوں میں سب چھوٹے افسروں کا اغواء کر چکے ہیں لیکن ہم اپنی انتہائی کوشش کے باوجود ابھی تک "جرین اکر" اور بریگیڈیئر جنرل "اکسہام" جیسے چوٹی کے افسروں کا اغواء کرنے میں کسی طرح کامیاب نہ ہو سکے تھے ——

عاشق ہی رہ گیا ہیں جتنا جانثاری اور باطنی ظاہر کے مطابق ہوگا۔ عبودیت کی تکمیل اور محبوبیت کی شان بھی اس میں نمایاں ہوگی۔ اور روحانیت سے اتصال زندگی بڑھا نیز ارتقا پذیر ہوتی جائیگی جس طرح اللہ تعالیٰ نے حدود حرم میں داخل ہونے سے پہلے جملہ تعلقات کی بندش دروابط دنیوی سے بالکلیہ قطع تعلق ہو کر ایک نئے رنگ اور انوکھے روپ میں آجانے کا حکم فرمادیا۔ اور مضطرب وژولیدہ حال عاشق کے مانند اپنی بارگاہ خاص میں آنے کی دعوت دی اسی طرح پوری باطنی توجہ صدق وخلوص اور انقیاد و تسلیم کا کامل نمونہ ہو کر جناب قدس اور شہنشاہ مطلق کے دربار گہربار میں دیوانہ وار داخل بھی ہو اور دل میں جمالے کہ یہاں سے اب دوسری زندگی آخرت کی شروع ہورہی ہے اور آداب و معاشرت کے ایک نئے دور کا آغاز ہورہا ہے اور ایسے عالی دربار میں حاضری کی تیاری ہے جس کا سارا دستور اور رہن سہن کے آداب یہاں سے الگ اور جدا ہیں، ظاہری اور صوری تبدیلی تو یہ ہوجاتی ہے کہ آدمی حدود حرم میں داخل ہونے سے پہلے ہی مُردوں کے جیسی نزد منع قطع میں بھی انہی کی مشابہت اختیار کر لیتا ہے یعنی اپنے مال وجائداد کو چھوڑ کر وعزیز واقرباء سے رخصت ہو کر مختصر سے سامان کے ساتھ داخل حرم ہوتا ہے، بدن پر دو سفید چادریں لپٹی ہوئی سر کھلا برہنہ پا تواضع وخاکساری کے ساتھ رضائے مولا وخوشنودی حق کی امید میں تمام لوگوں سے الگ ہو کر ایسے معیار اور کسوٹی پر پرکھے جانے کے لئے مستعد ہوتا ہے جہاں خوش انجامی وبد انجامی صاف نکھر آتی اور اعمال کے نتائج اپنی کامل ترین صورتوں میں ظاہر ہو کر سامنے آجاتے ہیں ——

علمائے محققین نے لکھا ہے کہ حجر اسود میں کسوٹی کی خاصیت ہے یعنی اس میں یہ تاثیر ہے کہ اس کے استلام کے بعد جیسا شخص ہوتا ہے وہ اپنی اصل خلقت میں ظاہر ہوجاتا اور فطرت صحیحہ وخیر محضہ پورے شوق ومحبت وتفویض وتسلیم کے ساتھ احکام الٰہیہ ومناسک بشریہ کی بجا آوری میں مشغول ہونا چاہیئے اور کسی قسم کی کوتاہی اور تقصیر اس عبادت مخصوصہ کے انجام دینے میں نہیں کرنی چاہیئے۔

## بقیہ: بہائی ازم کے مبلغوں سے

کی تاریکی چاروں طرف محیط نہیں ہے، کیا ایک ظالم ایک جھوٹے، ایک دغاباز، ایک بد دیانت، ایک ڈاکو ایک غاصب حقوق معاشرہ کے شر کو روکنے کیلئے جیل کی کوٹھری کے سوائے اور کوئی راستہ ہے کیا ایسے لوگوں کیلئے جہنم کا انکار کرنے کے بعد اصلاح وتطہیر کی کوئی صورت ہے؟ کیا عدل کے ڈنڈے کو نظر انداز کرکے آپ اس دنیا میں امن وسلامتی وعدل کی فضا عشق وعاشقی ورقص وموسیقی سے قائم کرسکتے ہیں؟ شعر وروماں کی خیالی دنیا سے باہر آکر علمی حقائق کی روشنی وشہادت میں ذرا سوچئے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، آپ کے کہنے کے مطابق خوف وخشیت محض ایک فلسفیانہ نکتہ ہے اور حضرت عشق مذہب ودین کا محرک کل ہے، حقیقت یہ ہے کہ علمی حقائق کو نظر انداز کرکے فلسفیانہ نکات کی تلاش آپ لوگوں کا وتیرہ ہے نہ کہ علمی کائنات کا آئین کیا خدائے عادل کے خوف کا انکار کرکے صلاح و فلاح وامن وسلامتی کی صراط مستقیم ایک دن بھی کھلی رکھی جاسکتی ہے؟

کیا ان سارے ظالموں، کذابوں، بددیانتوں اور فسادیوں کو جہنم میں ڈالنے کے بجائے نبیوں، صدیقین اور شہداء وصالحین کے ساتھ اللہ پاک داخل جنت کرے گا؟ لہٰذا عمل کی دنیا سے اُسے کوئی تعلق نہیں ہے ایسی خوبرو دروازے سے اخلاقیات کی دنیا میں اباحت داخل ہوتی ہے اور ساری دنیا کو سنڈیگ سے کل جگ بنا ڈالتی ہے۔ محبت تو زندگی کا ابتدائی محرک ہے، وہ زندگی کو جنم دیتا ہے، رہی زندگی کی بالیدگی ونشوو ارتقاء تو وہ یکسر آئین پسندی کا پھل ہے اور آئین پسندی حضرت عشق کا نہیں بلکہ خوف بربادی کا پھل ہے یہی مجموعہ حالت مادی کائنات میں معتدد منفر میں جاری ہے، امید نفع اور بیم ضرر ایک ساتھ چلتے ہیں۔

## علمائے امت کا فرض

علمائے امت یہ دیکھیں کہ کسطرح آج انسانی کائنات پر ڈاکوؤں کا قبضہ ہوا جارہا ہے اور محمدی قافلہ کس طرح جیب کتروں اور چوروں میں گھرا جارہا ہے، لہٰذا ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے تخریب وتفرقے کا خاتمہ کرتے ہوئے ایک طرف امت کی اندرونی اصلاح و خبر گیری کریں تو دوسری طرف حق کے "کلمۂ سواء" کو کائنات انسانی تک پہونچانے کے خدائی مشن کو دوبارہ زندہ کریں، صرف اسی فرض کیلئے خدا نے انہیں پیدا کیا تھا۔ والسلام

## بقیہ: مثالی توبہ

حیرت میں پڑگئی۔ پھر اچانک مجھ سے چمٹ گئی لیکن میں اپنا دامن بچا کر وہاں سے نکل کھڑا ہوا، اور میری زبان پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول تھا۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب"

"وہ کہتا رہا"

میرے بھائی! اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال نہ ہوتی تو میں ضرور گمراہ ہوجاتا، وہ دوسرے دن میرے گھر آئی اور میرے اس رویہ پر اپنے غصہ کا اظہار کیا، کہ میں نے جو ارادہ کیا اسے پورا کیوں نہ کیا میں نے اس سے کہا، سنو بات یہ تھی کہ بے ساختہ مجھے خیال آیا، میری روح نے اگر اسی حال میں قفس عنصری —— کو خیرباد کہہ دیا تو کیا ہوگا؟ میں اسی حال میں مالک حقیقی کے سامنے کھڑا کیا جاؤں گا، اور مجھ کو میرے کئے کی سزا مل رہی ہوگی۔ مجھے جہنم نظر آیا جو بھڑک رہا تھا، میں لرز اٹھا، کیونکہ میں نے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت سے روگردانی کی تھی اور گندے کاموں کی طرف راغب ہوگیا تھا، حالانکہ میں نے عہد کیا تھا کہ ان کی مرضی کے خلاف کچھ بھی نہ کروں گا۔

اس کے بعد میں نے اُسے اللہ تعالیٰ کی وعیدیں سنائیں، جنت ودوزخ کا ذکر کیا۔ قیامت کے ہولناک مناظر کے نقشے کھینچے اور میں نے دیکھا کہ اسکی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں اور اس کا چہرہ زرد ہوا جارہا ہے، خدا کا شکر ہے کہ اللہ نے اسکو بھی نیک توفیق دی، اور وہ بھی تائب ہوگئی۔

اس کے بعد میں نے حج وزیارت بیت اللہ کا ارادہ کیا، شاید گناہوں کا کفارہ ہوجائے، یہ ہے میرے بھائی! میری دعا کا راز۔

جب اس کی کہانی پوری ہوگئی —— تو میں نے اسے رخصت کیا اور اس کے لئے دعائے مغفرت کی۔

یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک



# کوائفِ دار العلوم

از:- رئیس الشاکری ندوی

دار العلوم کے تعلیمی سال کا اختتام ہو رہا ہے طلباء اپنی تعلیمی وثقافتی سرگرمیوں کے بعد بہتر نتائج کی توقع کے ساتھ امتحان کی تیاریوں میں مشغول ہیں ۹ شعبان المعظم مطابق ۲۹ اکتوبر سے سالانہ امتحانات شروع ہوجائیں گے جو ۱۹ شعبان مطابق ۱۱ نومبر یوم دوشنبہ کو ختم ہوں گے۔ ۲۱ شعبان سے رمضان المبارک کی تعطیلات کا آغاز ہوجائے گا۔

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی صاحب ندوی (ناظم ندوۃ العلماء) "رابطہ العالم الاسلامی" کے اجلاس میں شرکت کے لئے بہ ہمراہ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی ۱۸ اکتوبر کو دہلی سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے تھے، آپ کی رفاقت میں مولانا محمد رابع صاحب ندوی استاذ ادب دار العلوم ندوۃ العلماء بھی ہیں، موصوف کی واپسی آخر شعبان المعظم تک متوقع ہے، اللہ تعالیٰ بخیر وسلامت واپس لائے۔

رمضان المبارک کے سلسلہ میں حضرات اساتذہ وسفراء کے اسفار کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے، ذیل میں موجودہ طے شدہ پروگرام دیا جارہا ہے

**مولانا محمد یعقوب صاحب ندوی**:- مدراس، بنگلور، کالی کٹ، میسور، اسوگا کے دورہ پر روانہ ہوگئے ہیں، احباب بنگلور، مدراس وغیرہ سے گذارش ہے کہ موصوف کے ساتھ پورا پورا تعاون فرمائیں۔

مولانا محمد یعقوب صاحب ندوی رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں ان شاء اللہ اپنے گجرات کے حلقہ پالن پور پہونچیں گے۔

**مولانا محمد ہاشم صاحب مظاہری**:- رمضان المبارک میں [illegible]

[illegible] مولانا [illegible] صاحب اپنے ایک [illegible] دورہ سے واپس [illegible] تشریف لے [illegible] گئے اس کے بجائے مولانا محمد ہاشم صاحب ان شاء اللہ [illegible] پہونچیں گے اور وہاں سے فراغت کے بعد اپنے قدیم حلقہ گجرات کا دورہ کریں گے

مولوی عبد الرشید صاحب:- فی الوقت [illegible]

اس کے اطراف کے دورہ پر روانہ ہوگئے ہیں وہاں سے واپسی پر اورنگ آباد کا دورہ کریں گے اور حسب سابق ان شاء اللہ کانپور پہونچیں گے۔

**مولوی واجد علی صاحب**:- فی الوقت فیض آباد اور اس کے اطراف کے دورہ پر روانہ ہوگئے ہیں وہاں سے واپسی پر ان شاء اللہ آسام کے بعض مقامات کا دورہ کریں گے۔

**حکیم نصیر الدین صاحب**:- بلیا، غازی پور، سہسرام، آگرہ کے دورہ پر روانہ ہوگئے ہیں وہاں سے فراغت کے بعد ان شاء اللہ اعظم گڑھ اور بنارس پہونچیں گے۔

**مولانا عبد الماجد صاحب ندوی** (استاذ ادب دار العلوم):- سال گذشتہ اورنگ آباد اور حیدرآباد کے دورہ پر تشریف لے گئے تھے، اپنے متوقع طویل سفر کی وجہ سے موصوف امسال اس حلقہ میں نہ پہونچ سکیں گے، بنا بریں جناب مولوی حافظ نذر الحفیظ صاحب ندوی (استاذ دار العلوم) اس علاقہ کا دورہ کریں گے، احباب توقع ہے کہ وہ اس تبدیلی میں ہماری معذرت قبول کرتے ہوئے موصوف کے ساتھ پورا پورا تعاون فرمائیں گے۔

**مولانا محمد مرتضیٰ صاحب**:- (ناظر کتب خانہ ندوۃ العلماء) ان شاء اللہ بمبئی کا سفر کریں گے

**مولوی ہارون رشید صاحب**:- (استاذ مدرسہ تعلیمیہ لکھنؤ) علیگڑھ، آگرہ، دہلی، بھوپال، ناگ پور کا دورہ کرتے ہوئے سہارن پور بھی پہونچیں گے۔

سال مختتمہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹۶۸-۶۹ء میں دار العلوم ندوۃ العلماء کا بجٹ مبلغ چار لاکھ روپیہ تھا جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اور احباب کے تعاون سے پورا کر دیا، امسال دار العلوم کے حالات بھی سال گذشتہ سے کچھ مختلف نہیں رہی گرانی اور پریشانیوں نے مسلمانوں کے ہر طبقہ کو اور ہر حلقہ کو متاثر کیا ہے، دار العلوم کی [illegible] کے باوجود خسارہ ہوا ہے، احباب ومخلصین سے [illegible] ہے کہ وہ دار العلوم کے کارکنوں کے ساتھ پورا پورا تعاون [illegible]

## بقیہ: مولانا محمد یوسف صاحب کی تقریر

رہتے ہیں تو انہیں خوب مجاہدے اور مشقتیں کرنی پڑتی ہیں اور جب برداشت کا زمانہ ختم ہوجاتا ہے تمھی بوڑھے ضعیف اور کمزور ہوجاتے ہیں تو پھر انہیں ہزاروں بیگھ مل جاتے ہیں جوان کے ایک اشارے پر اپنی زندگی قربان کردیتے ہیں فخر محسوس کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ زندگی ادھر سے سنوارتے ہیں ادھر بناتے ہیں اور جو قوم کے احکام پر چلتی ہے تو اللہ اسے خوب راستے بھی دیتی ہیں، اللہ ہمارے مانگنے پر جیسے دل سے مانگا جاتا ہے دیتے ہیں کیونکہ اللہ غفور الرحیم ہیں۔ اللہ نے اسکو بھی بخش دیا جس نے ۹۹ قتل کئے تھے اور پھر ایک قتل کرکے ۱۰۰ کی تعداد پوری کردی تھی جبکہ اس نے سچے دل سے توبہ کیا اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی تو اللہ ہمارے مانگنے پر زندگی کو سنوار دیں گے۔ اور یہاں تک سنوار دیں گے کہ ہماری دنیا کی زندگی اتنی اچھی ہوجائے گی اور دنیاوی زندگی اس سے بنے گی کہ ہم نے اس کے کہنے پر محنت کی جس کی ذات میں کوئی تغیر نہیں ہے، تغیر صرف اس میں ہوگا کہ جتنا اس کا دین آگے بڑھائے گا کامیابی اتنی ہی آگے بڑھے گی اور تغیر صرف کامیابی کے درجات میں ہوتا چلا جائے گا یہاں تک کہ فرشتے اس کے اعزاز میں اس کا استقبال کریں گے۔ "باقی"

## بقیہ: "اداریہ"

فضیلت کی بنیاد صرف پاکبازی اور سچائی خداترسی اور خداشناسی بھی انسانیت سے محبت خدمت اور اعلیٰ کردار کو بنایا ہے۔

انسانیت کا یہ پیغام [illegible] کے لئے سچا اور سچا پیغام ہے اور اسی سے ان کی کمزوریوں کا علاج ہو سکتا ہے جو انسانوں کی صف سے خارج کر دیے گئے ہیں یا جنہوں نے خود اپنے اعمال کی وجہ سے اپنے کو ایسا بنا لیا ہے۔

پرنٹر پبلشر ایڈیٹر سید محمد الحسنی نے ہمارا پریس لکھنؤ سے [illegible] طبع کرا کر
دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء [illegible] لکھنؤ سے شائع کیا

# TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY

Darul Uloom Nadwatul Ulama Lucknow (India)



## مکتبہ دار العلوم کی دوسری مطبوعات

### مسئلہ ختم نبوت — علم و عقل کی روشنی میں

تالیف: مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء

اس کتاب میں مسئلہ ختم نبوت کو ٹھوس علمی و تحقیقی انداز میں ثابت کیا گیا اور عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور ضرورت کو خالص علمی و عقلی دلائل سے واضح کیا گیا ہے، ہر صاحب عقل سلیم اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ختم نبوت کا قائل ہو جائیگا، قادیانیت کے طلسم میں گرفتار اور عقیدہ ختم نبوت میں شک و شبہ کرنیوالے افراد کے حق میں یہ فاضلانہ تصنیف روشنی کا ایک عظیم مینار ہے!

قیمت:- ۲ روپئے ۲۵ نئے پیسے

### سیرت حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ

از: سید محمد الحسنی، مدیر "البعث الاسلامی" و "تعمیر حیات"

پیش نظر کتاب میں مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ بانی ندوۃ العلماء کی سیرت اور انکی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ندوۃ العلماء جیسی تاریخ آفریں تحریک کا قیام، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا شاندار دور نظامت، سلوک و تربیت اور عمومی بیعت و اصلاح کے ذکر کے ساتھ ساتھ رد عیسائیت، بہار میں فتنۂ قادیانیت کے استیصال پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ مولانا کی سیرت کے ساتھ ندوۃ العلماء کی مختصر تاریخ بھی نظروں کے سامنے آجائے، کتاب مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کے مقدمہ سے مزین ہے!

### تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمن

از مولانا ابو الحسن علی حسنی ندوی

چودھویں صدی ہجری کے مشہور و مقبول بزرگ و عالم یگانۂ زمانہ حضرت مولانا فضل رحمن گنج مراد آبادی کی سوانح حیات، حالات، ارشادات و ملفوظات جو دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ تصوف، شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں بلکہ عین شریعت کی روح ہے، وہ حضرات جو درد و محبت کے جویا اور یقین کے طالب ہیں ان کیلئے یہ کتاب بیش قیمت تحفہ ہے۔

قیمت عہ/

### جزیرۃ العرب

از مولانا محمد رابع ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء

یہ جغرافیہ کی کوئی خشک کتاب نہیں بلکہ اس میں سیرت، تاریخ و ادب عربی کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے اسکی وجہ سے کسی جگہ کی جغرافیائی اہمیت کیساتھ اسکی دینی اور ادبی اہمیت بھی نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔ اس سلسلے میں قدیم و جدید دونوں ماخذ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اہم مقامات کے قدیم ناموں کیساتھ جدید نام بھی بتائے گئے ہیں اور جگہ جگہ وضاحتی نقشے بھی دیئے گئے ہیں، اسکا تذکرہ عالم عربی کے اخبارات نے اچھے انداز میں کیا ہے، دار العلوم ندوۃ العلماء کے نصاب میں بھی داخل ہے، اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب۔

قیمت ۵ روپیہ

### دہلی اور اسکے اطراف

از مولانا حکیم [illegible]

یہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سفرنامہ اور روزنامہ ہے جو انیسویں صدی کے اخیر میں لکھا گیا تھا اس سفرنامہ سے اندازہ ہوگا کہ گذشتہ صدی کے علماء کس ثقافت اور علم کے حامل تھے اور ان کا مطالعہ کتنا وسیع، عمیق اور پختہ تھا، آپ کو اس سفرنامہ میں شعر و سخن کا ذوق سلیم، پوری تاریخی واقفیت، سلاسل تصوف اور انکی شاخوں اور قسموں پر اطلاع، متقدمین کی تصنیفات اور کتابوں سے آگاہی اور ان کے مسلک اور عہد کے نشانات جابجا ملیں گے۔ قیمت مجلد [illegible]

مبلغ اعظم

حضرت مولانا محمد یوسف (رحمۃ اللہ علیہ)

کی

سوانح حیات اور تبلیغی زندگی پر

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ

کی پسند فرمودہ کتاب سوانح مولانا محمد یوسف رح

مجلد خوبصورت ڈسٹ کور ۲۲-۱۸/۸ صفحات ۷۱۲

مولفہ مولانا محمد [illegible]

قیمت [illegible]